وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:36)

ترجمہ: اسکی پیروی مت کرنا جسکی تجھے یقین نہ ہو بے شک سماعت اور بصارت اور دل ان سب کے بارے سوال ہونا ہے۔

اہل روایت کے جوابات اوران پر تنقیداور تعقبات سے مزین جامع کتاب

تعقبات اہل روایت

مصنف و ناقد: علامہ محمد ظہیر الدین قرآنی

مکتبۃ اہل القرآن

فہرست کتاب

مقدمۃ الکتاب
خبر کی تعریف اور اسکی راوی کے لحاظ سے اقسام
خبر واحد کی قبول ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے اقسام
دینی خبر جانچنے کا آسان قرآنی اصول
اس تقریر پر دلائل قطعیہ
اہل روایت کے نزدیک ثقہ و ضعیف قرار دینے کا معیار اور اسکا تعقب اور تنقید
محفوظ اور شاذ کے بارے میں اہل روایت کی رائے اور اس پر تنقید
ضعیف روایات کے مجموعے کے بارے میں اہل روایت کی رائے اور اس پر تنقید
اہل روایت کی مشہور صحابی کی تعریف اور اس پر تنقید
مرسل صحابی کے بارے میں مشہور قول پر تنقید اور دوسرے قول کا اثبات
معنعن سند کے بارے میں اہل روایت کی ایک جماعت پر تنقید اور دوسری جماعت کا دفاع
تدلیس کو جرح نہ ماننے والوں پر تنقید اور اسکے مخالفت اہل روایت کا دفاع
جرح اور توثیق کو تسلیم کرنے کے بارے میں علماء رجال کی آراء اور انکا تعقب
جرح و توثیق کا علماء رجال سے ثابت نہ ہونے کا بیان اور تعقب
موثقین اور جارحین کا مجھول و نا معلوم ہونا
علماء رجال کے اقوال کی بے دلیلی اور شدید اضطرابی کیفیت
اہل روایت کی تحسین و تضعیف کی حیثیت
ابو عیسی ترمذی اور ابن ماجہ کے بارے میں ابن حزم کی رائے
جاھلوں کا جاھلانہ اعتراض
محمد رسول اللہ کا شرعی مقام اور کفایت قرآن مبین
حدیث رسول کی شرعی حیثیت
اہل روایت کے اعتراضات کے جوابات اور پہلا اعتراض اور اسکا جواب
دوسرا اعتراض اور اسکا جواب
تیسرا اعتراض اور اسکا جواب
چوتھا اعتراض اور اسکا جواب
پانچواں اعتراض اور اسکا جواب
چھٹا اعتراض اور اسکا جواب
ساتواں اعتراض اور اسکا جواب
آٹھواں اعتراض اور اسکا جواب

نواں اعتراض اور اسکا جواب
دسواں اعتراض اور اسکا جواب
گیارواں اعتراض اور اسکا جواب
بارواں اعتراض اور اسکا جواب
تیرواں اعتراض اور اسکا جواب
چودواں اعتراض اور اسکا جواب
پندرواں اعتراض اور اسکا جواب
سولواں اعتراض اور اسکا جواب

مقدمۃ الکتاب

اللہ سب پر مہربان رحمت والے کے نام سے وہ ہی تو ہے جس نے انسانوں اور جنوں کو اپنی تابعداری کے لئے تخلیق کیا اور انکی رہنمائی کا سامان کر دیا اب یا تو وہ فرمانبردار بنیں یا ناشکرے بنیں اور اپنے نبی محمد کو کائنات کے طرف صرف اس مقصد سے بھیجا تاکہ وہ اسکے پیغام کو صاف صاف پہنچا دیں۔

اس کتاب کا مقصد جو باتیں اہل روایت حضرات پر غلط منسوب کر دی گئی ہیں یا وہ امور جن پر وہ غلطی پر ہیں اور جو کفایت قرآن شریف کے خلاف جو شبہات انہیں لاحق ہیں اور اسکی وجہ سے بے دینی اور بدعات کی تشہیر اور اتباع ہو رہی ہے اور دینی یا دنیوی امور میں بے دلیل پیروی ہو رہی ہے اور انکے وہ اصول و قوانین جو باطل اور غلط ہیں ہم نے اس کتاب میں انکی نشاندہی اور تعقبات کیئے ہیں یہ ہی ہماری کتاب کا مقصد ہے اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب میں کسی بات کو ثابت کرنے سے زیادہ اعتراض، جرح اور تنقید اور جوابات پر توجہ دی ہے اور ان اہل روایت کے اقوال کو فوقیت بھی دی جو صحیح تھے ہر وہ بات جسکی دلیل نہ ہو خبیث ہے اور اللہ نے فرمایا ہے وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ (ابراہیم :26) ترجمہ : اور باطل بات کی مثال جیسے بیکار درخت جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہے جسکا کوئی قرار نہیں ہے۔

خبر کی تعریف اور راوی کے لحاظ سے اسکی اقسام :

خبر کا مطلب "جو بات دوسرے سے پہنچتی ہے" اسکی ناقلوں کے حساب سے دو قسمیں ہیں 1) خبر واحد 2) خبر متواتر۔

خبر واحد :

وہ خبر جو صرف ایک ہی شخص سے حاصل ہوا گرچہ وہ واحد شخص کسی بھی طبقے میں ہو لیکن اسکے واسطے سے خبر ہمیں موصول ہوئی ہو۔ مثلا "زید کو خالد نے بتایا کہ ایک ہسپتال کا افتتاح ہوا ہے" اور یہ بات صرف خالد ہی بتارہا اور کوئی نہیں یا ابھی تک صرف خالد نے ہی بتائی ہے تو یہ خبر واحد ہے۔

خبر متواتر :

وہ خبر جو ایک سے زیادہ افراد سے حاصل ہو اور یہ کثرت ہر طبقہ و دور میں ہو اور اس خبر کے ہر ہر ناقل کو خبر سننے والے نے خود آزمایا ہو کہ وہ عموما غلطی نہیں کرتے اور ہر طبقے کا ناقل دوسرے طبقے کے ناقلوں سے بالحس خبر موصول کر رہا ہو مثلا "تیسرا ناقل کہے کہ میں نے خود دوسرے ناقل سے سنا ہے کہ اس نے کہا کہ میں سے خود پہلے سے سنا ہے پہلا نے کہا کہ میں نے خود یہ واقعہ دیکھا ہے یا سنا ہے" اور ہر

طبقے کے ناقلین کی پچھلے طبقے والوں سے ملاقات ممکن ہو یعنی ایک طبقہ کی روایت اس طبقے سے قبول نہیں ہوگی جو انکے زمانے میں تھے ہی نہیں یعنی ملاقات ممکن ہی نہیں تو اسکا بعد والا راوی و ناقل جھوٹ بول رہا ہے کہ ہم نے سنا ہے۔

خبر متواتر کی پانچ شرائط سامنے آئیں کہ خبر کے ناقل ایک سے زیادہ ہوں اور یہ کثرت ہر طبقے میں ہو اور ہر ہر ناقل کو خود خبر سننے والے نے آزمایا ہو اور ہر طبقے کا ناقل دوسرے طبقے کے ناقلوں سے بالحس خبر موصول کر رہا ہو اور ہر طبقے کی پچھلے طبقے والوں سے ملاقات ممکن ہو، ان پانچ شرطوں میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی یعنی ناقل متعدد نہ ہوئے یا یہ بات قطعی طور پر نہیں معلوم کہ یہ کثرت شروع سے آخر تک تھی یا ہر طبقہ کے ناقلوں کو خود نہ آزمایا ہو اور اسکا اختتام حس پر نہ ہو یا ملاقات ممکن نہ ہو تو اسے خبر متواتر کا درجہ حاصل نہ ہوگا۔

خبر متواتر کا حکم :

خبر متواتر جس کا ذکر ہم نے کیا ہے قطعی و یقینی ہوتی ہے اس پھر یقین کیا جائے گا اسکے ثبوت کا انکار کرنے والا ہٹ دھرم ہے۔

خبر واحد کی قبول ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے اقسام :

اس لحاظ سے خبر واحد کی دو قسمیں ہیں قطعی اور ظنی۔ خبر واحد مقبول بھی ہوتی ہے اور مردود بھی ہوتی ہے اگر خبر واحد قطعی ہو تو وہ مقبول ہے اور ظنی و شکی ہو تو مردود ہے۔ خبر واحد کے قطعی ہونے کی شرائط ہیں :

1. اسکے ناقلین کو خبر سننے والا خود آزمائے، تفتیش کرے اور استقراء کرے کہ یہ راوی خبر بتانے میں غلطیاں نہیں کرتا کیونکہ کوئی بھی شخص نہ ہمارا خدا ہے نہ غلطیوں سے معصوم ہے اور نہ ہی کسی کی تحقیق دوسرے کے لئے قطعی و حجت ہوتی ہے۔
2. ہر ناقل پچھلے طبقہ والے ناقل سے بالحس وہ خبر موصول کر رہا ہو۔ مثلاً زید نے کہا میں نے خالد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کریم کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ لیاقت آباد کی ایک عمارت گر گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ زید کہے کہ خالد سے منقول ہے کہ اس نے کہا کہ کریم نے کہا ہے کہ لیاقت آباد کی فلاں عمارت گر گئی ہے، کیونکہ منقول ہے کہنا اس بات کی وضاحت نہیں کہ اس نے خود یہ خبر خالد سے سنی یا کوئی اور ناقل بھی خالد اور زید کے درمیان ہے جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ عربی میں بالحس راویت کو یوں تعبیر کریں گے "اخبرنی زید قال سمعت خالدا قال سمعت کریما قال ان البنیان الفلان من لیاقت اباد قد انھدم"۔
3. اگر طبقے وادوار ایک سے زیادہ ہوں تو ہر دور والے کی پچھلے دور والے سے ملاقات ممکن ہونا ضروری ہے آگر طبقہ ہی نہ ہو تو ضروری نہیں مثلاً خالد آپ سے کہے کہ "میں نے خود لیاقت آباد کی فلاں عمارت گرتی ہوئے دیکھی ہے" اب کوئی طبقہ نہیں ہے۔
4. ثقہ سے موصول ہونے والی خبر دوسرے ثقہ کی خبر کے مخالف نہ ہو ورنہ وہ ساری خبریں مردود ہونگی جسے اہل روایت کی مشہور اور معمول بہ اصطلاح میں شاذ کہتے ہیں دونوں میں سے کسی کی خبر قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ ثقات کی آپس میں مخالفت کی وجہ سے دونوں کی خبروں میں غلط ہونے کا قابل توجہ احتمال وامکان پیدا ہو گیا کیونکہ دونوں میں سے کوئی بھی سچا ہو سکتا ہے اور کوئی بھی غلط ہو سکتا ہے مثلاً بلال ثقہ ہے اور کہتا ہے کہ میری حقیقی کی ماں کی موت آج صبح ہو گئی میں نے خود دیکھا ہے اور بلال کا باپ خالد کہے میں نے خود اسکی حقیقی ماں اپنی بیوی کو آج شام کے وقت دیکھا ہے وہ زندہ ہے اور خالد کو اپنے بیٹے بلال کی حقیقی ماں اچھی طرح معلوم ہے اور خالد اوثق (بڑا ثقہ) ہے اس صورت میں یقین نہ ہونے کی وجہ سے کسی کی خبر مقبول نہیں ہے۔ یوں ہی اگر ایک ثقہ دوسرے بڑے ثقہ کی خبر کی مخالفت کرے تو دونوں خبریں مردود ہیں کیونکہ دونوں میں شک پیدا ہو گیا ہے لیکن اخباری حضرات اوثق (بڑے ثقہ) کی خبر اس صورت میں مان لیتے ہیں یہ غلط ہے اسکا تعقب ہم جلد کریں گے۔ اگر کوئی

ضعیف کسی ثقہ کی خبر کے خلاف خبر پیش کرے تو بے شک ثقہ کی خبر مقبول ہے ضعیف کا اختلاف قابل توجہ نہیں ہے کیونکہ وہ شرعا انفرادی طور پر دلیل کی حیثیت نہیں رکھتا اور پہلی صورت میں چونکہ اختلاف ثقات کے درمیان تھا لہذا کسی کی بھی خبر شبہہ کی وجہ سے قبول نہ ہوگی۔ اور یوں ہی اگر کوئی ثقہ قرآن مجید کے خلاف خبر لے کر آئے تو اسکی بات ہر صورت میں مردود ہے کیونکہ قرآن کے اعجاز اور قطعیت کو ہم خود دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں وہ ایک زبردست معجزہ ہے اور ثقہ کی اس خبر کو ہم نے واقع ہوتے ہوئے خود نہیں دیکھا اور ثقہ ایک بشر ہے اور کتاب اللہ کلام الٰہی ہے اور بعض اوقات مخالفتوں کی وجہ سے ثقہ ضعیف بھی ہوجاتا ہے جسکی تفصیل آگے آئے گی۔

اگر خبر واحد ان شرائط پر اترتی ہو تو قبول ہے ورنہ وہ ظنی و مشکوک ہے اور ظن کی پیروی کرنا شرعا کفر ہے۔

<u>دینی خبر جانچنے کا آسان قرآنی اصول :</u>

ہر وہ خبر جو قرآن پر دینی اضافہ کر رہی ہو وہ مردود ہے کیونکہ ساری شریعت محمدی قرآن مبین میں بند ہے جسکی گواہی خود قرآن دیتا ہے جسکو ہم تفصیل سے ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

<u>اس تقریر پر دلائل :</u>

یہ تقریر اور نصب شرائط اپنے نفس کے طرف سے نہیں بلکہ اللہ کے اصول اور قوانین سے ہے۔ اللہ جل جلالہ نے بار بار اپنی کتاب میں اس بات کی تاکید کی ہے کہ جس خبر کا ثبوت قطعی طور پر ثابت نہ ہو وہ جھوٹ ہے قرآن شریف اس کو ظن، کذب اور افتراء اور خرص (اٹکل) کہتا ہے اور اسکی مذمت کرتے ہوئے اسکی پیروی کو حرام اور طریقہ کفار قرار دیتا ہے جو شرائط ہم نے بالا میں بیان کی ہیں ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو اس خبر پر یقین نہیں رہتا قطعیت حاصل نہیں ہوتی غلطی اور جھوٹ کے امکانات موجود رہتے ہیں جب تک خود خبر کے ناقل کو آزمایا نہ ہوا سکے سچ ہونے میں شک ہوگا کیونکہ اللہ کے سوا کوئی بھی حرف آخر نہیں جسکی بات پر اندھا اعتماد کیا جائے کسی اہل روایت کے کسی راوی اور ناقل کو معتمد سمجھنے سے وہ معتمد نہیں ہوجاتا، زیادہ تر اہل روایت کوئی یقینی دلیل نہیں دیتے بس کہہ دیتے ہیں کہ فلاں راوی ضعیف ہے یا متروک ہے یا اسکی روایت درست نہیں یا کذاب ہے بس اتنا ہی اور کبھی کبھار وجہ بتادی تو بتادی لیکن وہ دلیل نہیں ہوتی جسکی بے شمار مثالیں اسماء رجال کی کتابوں میں ملیں گی جس میں سے چند ہم پیش کریں اور یوں ہی اگر وہ اپنے ناقل سے بالحس روایت نہ کرے یعنی کہ وہ یوں ہو "زید کہے کہ خالد سے روایت ہے" یا کہے کہ "مجھے یہ بات خالد سے پہنچی ہے" تو ممکن ہے زید نے خالد سے پہلے بلال سے خبر سنی تھی اور اس نے کہہ دیا کہ خالد سے روایت ہے یا خالد سے روایت پہنچی ہے اور بلال کو درمیان سے غائب و حذف کردیا اسے اخباریوں کی زبان میں تدلیس کہتے ہیں اور تدلیس والی روایت مشکوک ہوتی ہے کیونکہ پتا نہیں جس راوی کو حذف کیا گیا ہے وہ جھوٹا ہو یا وہمی ہو یا غلطیاں کرنے والا ہو یا بیمار ہو تو ایسی روایات و منقولات مردود ہیں لھذا جس روایت میں تدلیس کا امکان ہو تو وہ یقینی نہیں اور یوں ہی جس راوی کی اپنی خبر دینے والے سے ملاقات ہی ممکن نہیں ہو تو تب بھی وہ روایت مردود و مشکوک ہے تو ایسی خبروں پر یقین کرنا حرام ہے اور اسے رسول اللہ پر چسپاں کرنا اور حرام اور جب وہ قرآن پر شرعی اضافہ کرتی ہو تو اس پر یقین کرنا بلکہ اسکے جھوٹ ہونے میں شک کرنا بھی کفر و شرک ہے، اس کے متعلق آیات بینات ملاحظہ کریں :

1) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (بنی اسرائیل:۳۶)

ترجمہ : اور اسکی پیروی مت کر جسکا تجھے علم نہ ہو یقینا سماعت اور بصارت اور دل سب کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

معلوم ہوا جس خبر پر یقین نہ ہو اسکی پیروی حرام ہے اور اللہ کی نافرمانی اور مخالفت ہے اور دین کے معاملے میں تو کفر و شرک ہے کیونکہ اللہ پر جھوٹ باندھنا لازم آتا ہے۔

2) وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (الانعام:۱۱٦)
ترجمہ: اور اگر تو زمین کے باشندوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے وہ لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور صرف اندازہ لگاتے ہیں۔
3) قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (الانعام:۱۴۸)
ترجمہ: کہہ دے کیا تمہارے پاس کوئی برہان ہے کہ تم اسے ہمیں پیش کرو تم صرف گمان کی پیروی کرتے ہو اور تم صرف اندازے لگاتے ہو۔
4) وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (یونس:۳٦)
ترجمہ: انکی اکثریت صرف گمان کی پیروی کرتی ہے ہاں ہاں گمان بلکل حق کی حیثیت نہیں رکھتا یقینا اللہ جو وہ کرتے ہیں اسے جانتا ہے۔
5) وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا (النجم:۲۸)
ترجمہ: اور انکے پاس کوئی علم نہیں ہے وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یقیناً گمان حق کی بلکل حیثیت نہیں رکھتا۔
معلوم ہوا کہ کسی بھی بات و خبر کو ثابت کرنے کے لئے پکی دلیل اور یقین ہونا ضروری ہے گمان و اندازے کی پیروی حرام ہے اس سے سچ ثابت نہیں ہوتا۔
6) وَاِذَا جَاۗءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْھُمْ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (النساء:۸۳)
ترجمہ: اور جب انکے پاس امن یا خوف کی کوئی بات آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ اسے قاصد اور ان میں سے جو امیر کے منصب پر ہیں انکے پاس لے جاتے تو ان میں سے جو اسکی تفتیش کر سکتے ہیں وہ اسے جان جاتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اسکی رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم شیطان کی پیروی کرتے سوائے چند لوگوں کے۔
معلوم ہوا کہ سنی سنائی اور شک و گمان پر آنے والی خبر کو نشر کرنا شیطان کی پیروی ہے اور یہ حرام ہے جب تک خبر قطعی و یقینی ذریعے سے ثابت نہ ہو اسکا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔
7) وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّھُمْ ۭ قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (البقرۃ:۱۱۱)
ترجمہ: اور انھوں (یھود اور نصاری) نے کہا جنت میں کبھی بھی کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے یھودی یا نصاری کے یہ انکے خیالات ہیں کہہ دے اگر تم سچے ہو تو دلیل لے کر آؤ۔
معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک کسی بات میں سچا ہونے کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے ہمارے لئے اللہ کا دیا ہوا معیار دلیل ہے۔
8) اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (النمل:٦۴)
ترجمہ: یا کون ہے جو خلق کی ابتداء کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے نعمت دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے اور آقا بھی ہے کہہ دے اپنی دلیل لے کر آؤ اگر تم سچے ہو۔
9) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ (الانبیاء:۲۴)
ترجمہ: یا انھوں نے اسکے سوا آقا بنا لئے ہیں کہہ دے اپنی دلیل لاؤ۔

10) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (الحجرات:۰۶)

ترجمہ : اے ایمان لانے والوں اگر تمہارے پاس کوئی غلطی کرنے والا کوئی خبر لائے تو یقین حاصل کرلو کہیں ایسا ہو کہ تم ایسی قوم کو نادانی میں تکلیف دو پھر تم اپنے کئے پر شرمندہ ہو۔

اسطرح کے بے شمار قطعیات ہیں کہ جس خبر کا ثبوت قطعی دلیل سے نہ ہو وہ مردود ہے اس پر یقین رکھنا حرام ہے اور دین کے معاملے میں ہو تو کفر و شرک ہے۔

جھوٹی حدیث پہچاننے میں محدثوں کا اقوال :

محدث سیوطی اپنی کتاب تدریب الراوی میں کہتے ہیں کہ

حدیث کا جھوٹا ہونا چند وجوہات پر پہنچانا جاتا ہے

1) وہ روایت عقل کے خلاف معلوم ہو

2) وہ روایت جو مشاہدے و حس کے خلاف ہو

3) وہ روایت کتاب اللہ کی واضح دلالت کے خلاف معلوم ہو

4) وہ روایت سنت متواترہ کے خلاف معلوم ہو

5) وہ روایت اجماع قطعی کے خلاف معلوم ہو

6) وہ روایت خبر واحد ہو جو کسی بڑے معاملے کی خبر دے رہی ہو اور اسکے سوا کوئی اور اسے نقل نہ کر رہا ہو

7) وہ روایت جس میں ہلکے کام پر سخت وعید یا بڑا وعدہ ہو

8) اس روایت کے راوی پر حدیث گھڑنے کا الزام ثابت ہو

محدث سیوطی علامہ ابن جوزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا" یہ قول کتنا اچھا ہے کہ جب تم حدیث دیکھو جو خلاف ہو عقل کے یا نقل کے یا اصول کے تو جان لو یہ وہ موضوع من گھڑت ہے"۔ (تدریب الراوی، تعریف الوضع و کیفیتہ و معرفتہ)

رئیس المحدثین علامہ ابن جوزی نے روایات کو رد کرنے اور انہیں موضوع قرار دینے کے حوالے سے ایک حدیث اپنی ہی سند سے روایت کرتے ہوئے اور اس سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "جب تم میری طرف سے ایسی بات روایت کرو جس سے تم کراہت کرتے ہو تو تم اسے نہ لو کیونکہ میں مکروہ بات نہیں کہتا اور میں اسکا اہل نہیں ہوں" اور فرمایا ابو حمید اور اسید سے روایت ہے وہ دونوں کہتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا "جب تم میری طرف سے کوئی بات سنو تمہارے دل سے بھلا سمجھتے ہوں اور تمہارے بال و کھال اس کے لئے نرم ہوں اور تم دیکھتے ہوں کہ وہ تم سے قریب ہے تو تم سے زیادہ میں اسکے قریب ہوں اور جب تم میری طرف سے ایسی بات سنو جسے تمہارے دل مکروہ سمجھتے ہوں اور تمہارے بال و کھال اس سے ناپسند کریں اور تم سمجھتے ہو کہ وہ تم سے دور ہے تو تم سے زیادہ میں اس سے دور ہوں"

اور ربیع بن خیثم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا "حدیث کی ایک روشنی ہے جیسے دن کی روشنی تم اسے پہچانتے ہو اور حدیث کا اندھیرا رات کے اندھیرے کیطرح ہے تو اس سے انجان ہو"۔ (کتاب الموضوعات للعلامۃ ابن الجوزی)

اہل روایت کے نزدیک ثقہ اور ضعیف قرار دینے کا معیار اور اسکا تعقب :

1) اہل روایت علامہ نووی نے اپنی کتاب تقریب النووی میں کہا "تثبت العدالة بتنصیص عدلین علیها او بالاستفاضة فمن اشتهرت عدالته بین اهل العلم و شاع الثناء علیه بها کفی فیها"۔ ترجمہ: ثقہ ہونا دو عادلوں کے کہنے سے ثابت ہوگا یا پھر اسکا ثقہ ہونا بس مشہور ہو توجسکا ثقہ ہونا اور تعریف ومدح اہل علم کے درمیان مشہور ہو تو اسکے ثقہ ہونے کے لئے یہ ہی کافی ہے۔ (تقریب النووی، النوع الثالث والعشرون، شروط من یحتج بروایتہ)

تنقید:

کسی ایک یا دو عادلوں کے کسی کو ثقہ کہنے یا اسے ثقہ ماننے سے یا کسی کے صرف مشہور ہونے سے کوئی کیسے ثقہ ہوجائے گا کیسے ہم اس پر بھروسہ کرلیں کیونکہ انسان غلطیوں کا پتلا ہے ناقص ہے پاک تو صرف اللہ ہے غلطیوں سے تو انبیاء بھی محفوظ نہ رہ سکے حضرت آدم و یونس کا واقعہ مشہور ہے باقی دوسرے امام، فقیہ، اہل روایت تو پیچھے رہ گئے کسی کے کہنے سے کسی کا بھروسے مند ہوجانا یا مشہور ہونے سے بھروسے مند ہوجانا اگر صحیح ہے تو سنیوں کے نزدیک مختار ثقفی ثقہ ہونا چاہیئے کیونکہ اسکا ثقہ ہونا شیعہ اہل علم کے درمیان مشہور ہے اور یوں ہی ابو بکر، عمر اور عثمان بھی اہل تشیع کے نزدیک ثقہ ہونا چاہیئے کیونکہ سنیوں رہنماؤں کے نزدیک انکا پرہیزگاروں کا امام ہونا مشہور ہے اور اسکے علاوہ بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو سنیوں کے امام ہیں جنکو خود بعض سنی نہیں مانتے اور انھیں کافر تک بولتے ہیں اور بعض کو گمراہ بولتے ہیں لیکن دوسرے بعض سنی لوگوں کے درمیان وہ نیک نامی میں مشہور ہیں وہ انکو ثقہ اور متقی سمجھتے ہیں اسماء رجال میں اسکی بے شمار مثالیں مل جائیں گی یہ ایک نہیں، ہزاروں ہیں مثلاً ابو حنیفہ ہیں، بخاری، مسلم، نسائی، شعبہ، سفیان ثوری اور وہ ابن مبارک جوکہ ابو حنیفہ کے شاگرد مانے جاتے ہیں اور بہت سارے مانے جانے والے امام انکے بارے میں سخت مذمت کرتے ہیں اسکے بارے میں خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد اور بخاری کی کتاب تاریخ صغیر اور علامہ ذہبی کی میزان الاعتدال میں تحریر ہے دیکھ سکتے ہیں دور حاضر میں جماعت اہل حدیث کے کثیر افراد ان پر طعن و تشنیع کرتے ہیں لیکن اسکے باوجود ابو حنیفہ کے تابعدار سنی اور دیوبندی وغیرہ انھیں ثقہ اور اپنا امام مانتے ہیں اسطرح کی بے شمار مثالیں ہیں مثلاً شیخ ابن عربی یا محمد شیبانی یا ابویوسف یہ مشہور قدیم اختلافی لوگ ہیں کسی کے نیک یا بھروسے مند ہونے میں اختلافات ہر دور سے چلتے آرہے ہیں لیکن اسطرح کی بات کو بے دلیل تسلیم نہیں کرلیا جاتا تو کسی کے کسی کو ثقہ کہنے سے یا اسکے ثقہ یا نیک مشہور ہونے سے وہ نیک نہیں بن جاتا ہے اور نہ ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے اسکے بارے میں بذات خود تحقیق و تفتیش کی جائے گی پھر کچھ کہا جاسکتا ہے ورنہ وہ ایک مجھول و نامعلوم کی حیثیت رکھتا ہے تو مجھول فرد ثقہ کیسے ہوسکتا ہے! اسکی کوئی بات کیسے قبول کی جاسکتی ہے! کسی نامعلوم کو قرض دینے کے لئے تو تیار نہیں ہوتے لیکن اسکی خبر و حدیث تسلیم کرنی ہو تو فوراً سر جھکا دیتے ہیں تو اہل روایت کا بنایا ہوا یہ قانون کسی بھی لحاظ سے قبول نہیں ہے۔

ہندو و نصاری وغیرہ اپنے علماء و راہبوں اور پنڈتوں کو ثقہ اور بھروسے مند مانتے ہیں تو کیا تحقیق کے بغیر انکی قوم کو حقیقت معلوم ہوسکتی ہے؟ وہ ہمیشہ کافر ہی رہیں گے کیونکہ وہ تو اپنے علماء کو اپنا امام سمجھتے ہیں یا حضرت عیسی جو اللہ کے نبی ہیں انکے طرف انہی کے نام پر انکے علماء نے جھوٹ منسوب کیا ہوا ہے کہ انھوں نے ایسا ایسا فرمایا اور نصاری عوام انھیں ثقہ اور بھروسے مند مانتی ہے جب تک وہ حضرت عیسی کی طرف منسوب اقوال کے بارے میں تحقیق نہیں کریں گے حق کا پتا کیسے چلے گا تو کسی کے ثقہ کہہ دینے سے یا مشہور ہوجانے سے کوئی ثقہ نہیں ہوجاتا ثابت کرنا پڑتا ہے اور یہی سب معاملہ جرح میں بھی ہے اگر توثیق و جرح دونوں ثابت نہ ہوں تو وہ شخص یا راوی جو بھی ہے مجھول ہے بے شک وہ قابل بھروسہ نہیں ہوسکتا۔

2) المحفوظ و یقابل الشاذ المحفوظ و هو ما رواه الاوثق مخالفا لروایة الثقة۔

ترجمہ : حدیث محفوظ وہ حدیث ہے جو حدیث شاذ کے مقابل ہوتی ہے محفوظ وہ روایت ہے جسے اوثق (بڑا ثقہ) اپنے سے کم درجے کے ثقہ کے مخالف روایت کرتا ہے۔

حکم الشاذ و المحفوظ من المعلوم ان الشاذ حدیث مردود اما المحفوظ فھو حدیث مقبول۔

ترجمہ : حدیث شاذ اور حدیث محفوظ کا حکم معلوم ہے کہ شاذ حدیث مردود ہے اور حدیث محفوظ مقبول ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، المطلب الثانی الخبر المردود)

تنقید :

یعنی کہ ایک ثقہ کی خبر دوسرے اوثق (بڑے درجے کے ثقہ) کی خبر کے مخالف ہو تو بڑے ثقہ کی خبر کو تسلیم کیا جائے اور کم درجے کے ثقہ کی خبر کو ترک کر دیا جائے۔ یہ زیادتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ کم درجے کے ثقہ کی خبر سچی ہو اور اوثق (بڑے درجے کے ثقہ) سے غلطی ہو گئی ہو اسکی بے شمار مثالیں ہمیں ہمارے مشاہدے سے گذری ہیں اور متعدد مثالیں تجربہ شدہ ہیں اور ہر اہل عقل اسے ہی تسلیم کریگا بشرطیکہ وہ متعصب اور جانبدار نہ ہو اور اسکی ضد بھی ممکن ہے تو کسی دلیل کی بنیاد پر اوثق (بڑے درجے کے ثقہ) کی خبر کو ترجیح دی جارہی ہے! حق بات یہ ہے کہ مخالفت کی وجہ سے دونوں کی خبریں مشکوک ہو گئی ہیں لہذا دونوں ہی ضعیف ہیں مثلاً بلال ثقہ ہے اور کہتا ہے کہ میری حقیقی کی ماں کی موت آج صبح ہو گئی میں نے خود دیکھا ہے اور خالد جو کہ اسکا باپ ہے کہے میں نے خود اسکی حقیقی ماں کو آج شام کے وقت دیکھا ہے وہ زندہ ہے اور خالد کو بلال کی حقیقی ماں معلوم ہے اور خالد اوثق (بڑے درجے کے ثقہ) یا برابر کا ثقہ ہے اس صورت میں یقین نہ ہونے کی وجہ سے کسی کی خبر مقبول نہیں دونوں ضعیف ہیں۔

3) الحسن لغیرہ ھو الضعیف اذا تعدد طرقہ و لم یکن سبب ضعفہ فسق الراوی او کذبہ۔

ترجمہ : حسن لغیرہ ایسی ضعیف حدیث ہوتی ہے جسکی سندیں دو یا اس سے زیادہ ہوں اور اسکے ضعف کا سبب راوی کا گناہگار ہونا یا اسکا جھوٹ نہ ہو۔

حکمہ ھو من المقبول الذی یحتج بہ۔

ترجمہ : اسکا حکم یہ ہے کہ وہ روایت مقبول ہے جس سے بات ثابت کی جاسکتی ہے۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، باب الخبر المقبول)

تنقید :

اہل روایت حضرات مذکورہ روایت حسن لغیرہ کو قابل اعتماد مانتے ہیں اور اس سے اللہ کی وحی اور دیگر خبریں ثابت کرتے ہیں حالانکہ شرعاً یہ قانون ہی غلط ہے کیونکہ ضعیف روایت مشکوک ہوتی ہے اور شک شریعت میں عدم کی حیثیت رکھتا ہے جسکا ثبوت قرآنی آیات سے پیچھے گذر چکا ہے اسی وجہ سے اس سے دین یا دنیا کی کوئی بات ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ یقین اور قطعیت کا افادہ نہیں کرتی تو جب ایسا ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں تو دوسری ضعیف پہلی ضعیف کو یقینی اور قطعی کیسے کر سکتی ہے شک سے یقین کی طرف جانے کے لئے مضبوط دلیل کا ہونا ضروری ہے اور ایک ضعیف خبر دوسری ضعیف کے لئے تقویت کی دلیل نہیں بن سکتی اسی وجہ سے تو اسے مردود کر دیا گیا تھا تو ضعیف روایت دوسری ضعیف سے مل کر یقینی ہو جائے اسکی مثال ایسی ہے جیسے 0+0=1 ہو جائے، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ کیا دو یا اس سے زیادہ معدومات مل کر کسی کو وجود دے سکتے ہیں؟ کیا اندھیرا اور اندھیرا مل کر اجالا ہو سکتا ہے یا دو اندھے مل کر انکھیارے ہو سکتے ہرگز نہیں۔ ممکن ہے عقل یہ کہے کہ ضعیف دوسری ضعیف سے مل کر قوی ہو سکتی ہے لیکن

شریعت اسے نہیں مانتی وہ شک وظن کو عدم کی حیثیت پر رکھتی ہے۔ اس بات کی گواہی الگ سے اللہ بھی دیتا ہے اور اس نے ہمیں کسی مشکل میں اکیلا نہیں چھوڑا، اللہ نے فرمایا:

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدة:١٠٠)

ترجمہ: کہہ دے بیکار اور نفع مند برابر نہیں ہوسکتے اگرچہ بیکار کی کثرت تجھے پسند آئے تو اللہ سے ڈرو اے حق پسندوں تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

دوسری بات یہ کہ اگر ہر ہر ضعیف روایت میں صحیح ہونے کے امکانات ہیں تو بے شک اتنے ہی امکانات اسکے غلط ہونے کے بھی ہوتے ہیں اور یہ ضعیف روایتیں کتنی ہی بڑا جائیں انکے مجموعے میں صحیح اور غلط دونوں کے امکان برابر ہی رہیں گے قوی ہونے کے امکان پر کبھی دلیل نہیں آئے گی تو دو یا دو سے زیادہ ضعیف روایتیں مل کر قبول کیسے ہونگی!

4) اہل روایت علامہ ابن حجر نے نزھۃ النظر تعریف الصحابی میں کہا "حد الصحابیّ وھو من لقی النبی مؤمنا بہ ومات علی الاسلام ولو تخللت ردۃ"۔

ترجمہ: صحابی کی تعریف وہ شخص جو نبی نے ایمان کی حالت میں ملاقات کرے اور اسلام پر مرے اگرچہ درمیان میں کافر ہوچکا ہو۔

اہل روایت علامہ نووی نے تقریب النووی باب معرفۃ الصابۃ میں کہا کہ "الصحابۃ کلھم عدول"۔ ترجمہ: سارے صحابی عادل ہیں۔

تنقید:

یہ صحابی کی تعریف مانع نہیں یعنی کہ اس تعریف میں دور رسول کے ایسے افراد بھی شامل ہورہے ہیں جو ظاہری طور پر ایمان کے دعویدار تھے لیکن اندر سے کافر تھے انکا کفر چھپا ہوا تھا جنھیں قلبی منافق کہتے ہیں اور اسکا ثبوت قرآن و تواریخ کی کتب سے ہے کیونکہ منافقین نے بھی رسول اللہ سے ایمان کے دعوے کے ساتھ ملاقات کی تھی ان سب کے کفر کو صرف اللہ جانتا تھا کیونکہ کفر قلبی منافقین کے دلوں میں ہوتا ہے زبان پر نہیں اور اللہ نے وحی کے ذریعے کبھی بھی سارے قلبی منافقین کے نام نہیں بتائے تو کون مسلم ہے جو منافقین کی روایتیں لینا پسند کرتا ہے !ان اسلام کے دشمنوں پر اعتماد کرنا پسند کرتا ہے ! تو قرن اول کے افراد سے بھی تحقیق و بحث ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ صحابی کے لبادے میں منافق کی روایت قبول کرلیں اور اسے دین سمجھ لیں۔

دور رسول کے مومنین کے ضبط اور قوت حفظ کے حوالے سے ضرور بحث ہوسکتی ہے کیونکہ صحابی خدا نہیں جو غلطی نہ کرسکے یا معصوم نہیں ہے گناہ اور غلطیاں سب ممکن ہیں اور تاریخ اسکی غلطیوں گناہوں کے صدور پر گواہ ہے تو صحابی کی خبر کی تفتیش نہ کرنا اسے گناہ اور غلطیوں سے معصوم سمجھنا سفاہت و کفر ہے۔ اہل روایت سیوطی نے اس حوالے سے اپنی کتاب تدریب الراوی باب معرفۃ الصحابۃ میں قول نقل کیا ہے "قیل یجب البحث عن عدالتھم مطلقا" ترجمہ: انکے عادل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مطلقا بحث کرنا ضروری ہے۔ لیکن آگے یہ کہہ دیا کہ "یہ قول صحیح نہیں کیونکہ ہم ان سے حسن ظن رکھتے ہیں" اگر حسن ظن ہی رکھنا ہے تو باقی مومنین راویوں سے کیا دشمنی تھی انکی ذاتیات اور حالات کی تحقیق کیوں کرتے ہو حسن ظن تو ہر مومن سے رکھو! دلیل اور فیصلوں کی دنیا میں حسن ظن کوئی حیثیت نہیں رکھتا دلیل پیش کرنی پڑتی ہے حسن ظن کو بنیاد بنا لیا جائے تو زمین و آسمان میں فساد ہوجائے گا حق و باطل کا فرق ہی ختم ہوجائے گا کوئی غلطی سامنے نہیں آئے گی اور ہر جھوٹا یا غلطی کرنے والا امام ہوگا۔

5) اہل روایت علامہ نووی نے تقریب النووی باب المرسل میں کہا "اما مرسلہ فمحکوم بصحتہ علی المذھب الصحیح وقیل انہ کمرسل غیرہ الا ان یبین الروایۃ عن صحابی"۔

ترجمہ : صحابی کی مرسل درست مذھب کے مطابق صحیح ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ دوسروں کے مرسل کے برابر ہے ہاں راوی اگر روایت میں صحابی کو صاف صاف بتادے تو صحیح ہے۔

تنقید:

مرسل اس روایت کو کہتے ہیں جس کی سند کے آخر سے کسی راوی کو بیان نہ کیا جائے مثلاً قرن اول کے راوی کو یا قرن ثانی کے راوی کو، اب سوال یہ ہے کہ اگر سند میں سے صحابی کو ذکر نہ کیا جائے تو کیا ایسی سند سے آنے والی بات مقبول ہوگی؟ صحیح یہ ہے کہ نہیں ہوگی کیونکہ ممکن ہے وہ محذوف راوی صحابی کے نام پر منافق ہو اور اسکا نام مذکور نہ ہونے کی وجہ سے ہم کچھ فیصلہ نہیں کرسکتے یا صحابی تو ہو لیکن قوی حفظ والا نہ ہو یا فسوق کا معاملہ ہو تو ایسی سند سے کیسے کوئی خبر قبول کی جا سکتی ہے خصوصاجب اسکا تعلق دین سے ہو یا اس کے بنیاد پر کوئی دینی فیصلہ کرنا ہو۔

6) علامہ نووی نے تقریب النووی میں کہا کہ "الاسناد المعنعن و هو فلان عن فلان قيل انه مرسل و الصحيح الذى عليه العمل و قاله الجماهير من اصحاب الحديث و الفقه و الاصول انه متصل بشرط الا يكون المعنعن مدلسا و بشرط امكان لقاء بعضهم بعضا"۔

ترجمہ : سند معنعن اسے کہتے ہیں "فلاں نے فلاں سے نقل کیا ہے" کہا گیا ہے یہ مرسل کے حکم ہے اور صحیح وہ ہے جس پر عمل ہے جو اکثر اہل روایت اور فقہیوں اور اصولیوں کا قول ہے کہ سند معنعن متصل ہے اس شرط کہ ساتھ کہ عن عن سے روایت کرنے والا مدلس نہ ہو اور اس شرط کے ساتھ ان روایت کرنے والوں کی خبر دینے والوں کی آپس میں ملاقات ممکن ہو۔

اور کہا "فقال احمد بن حنبل و جماعة لا تلتحق ان و شبهها بعن بل يكون منقطعا حتى يتبين السماع"۔

ترجمہ : تو احمد بن حنبل اور ایک جماعت کا قول ہے کہ انّ اور اس طرح کے الفاظ عن کے حکم میں نہیں ہے بلکہ یہ منقطع ہے حتیٰ کہ سماع واضح ہو۔

اور اسی بات کو تیسیر مصطلح الحدیث للطحان، فتح المغیث للسخاوی میں بھی بتایا گیا ہے۔

تنقید:

احمد بن حنبل اور انکے ہم نظر افراد کی بات درست ہے کہ عنعنہ والی روایت منقطع ہے اور منقطع بالاتفاق مردود روایت ہے قابل یقین نہیں ہے روایت کے یقینی ہونے کے لئے ہر راوی کو اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کی صراحت کرنی ضروری ہے یعنی کہ مخاطب کہے "انى سمعت خالدا قال سمعت بلالا قال رايت النبى يفعل كذا او سمعته يقول كذا" ترجمہ : میں نے خالد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے بلال کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نے نبی کو یہ کرتے ہوئے دیکھا یا فلاں بات کہتے ہوئے سنا یوں نہ ہو "رويت عن خالد عن بلال عن النبى كذا او كذا" ترجمہ : میں نے روایت کیا خالد سے اس نے بلال سے اس نے نبی سے فلاں فلاں بات کو۔ اگر ایسا ہو تو سند ضعیف مانی جائے گی۔ سماع کی صراحت نہ کرکے اس راوی یا راویوں نے سند کو متصل نہیں کیا تو انقطاع کی وجہ سے روایت مقبول نہیں ہے کیونکہ قطعیت برقرار نہیں رہی۔

7) علامہ نووی نے تقریب النووی باب حکم التدلیس میں کہا "قال فريق منهم من عرف به صار مجروحا مردود الرواية و ان بين السماع و الصحيح التفصيل فما رواه بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع فمرسل و ما بينه فيه كسمعت و حدثنا و اخبرنا و شبهها فمقبول محتج به"۔

ترجمہ : علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص تدلیس سے پہچانا جائے تو اس پر جرح ہے اسکی روایت مردود ہے اگرچہ سماع کو صاف صاف بتادے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ جس حدیث کو اس نے محتمل لفظ سے روایت کیا جس میں اس نے سماع کی

وضاحت نہیں کی تو وہ روایت مرسل ہے اور جس میں اس نے وضاحت کر دی ہو مثلاً میں نے سنا اور اس نے ہمیں بتایا اور اس نے ہمیں خبر دی اور اس جیسے دیگر الفاظ تو وہ حدیث مقبول ہے اس سے دلیل لے سکتے ہیں۔

تنقید :

پہلا قول صحیح ہے وہ تفصیل درست نہیں جو نووی نے کی ہے جس پر آج کل کے اخباری حضرات چل رہے ہیں۔ اسکی دلیل سمجھنے کے لئے پہلے تدلیس کا مطلب اور اسکی قباحت کو واضح کر دینا ضروری ہے۔ تدلیس اہل روایت کی اصطلاح میں یہ ہے کہ "حدیث کو اپنے اوپر والے سے ایسے الفاظ سے روایت کرنا کہ ظاہرا اتصال کا دھوکہ ہو اور حقیقت میں وہ سند منقطع ہو" اور دوسرے الفاظ میں یہ کہ راوی سند سے ایک یا اس سے زیادہ راویوں کو غائب کرکے اسطرح روایت کرے کہ ظاہرا اسکے اور اسکے اوپر والے کے درمیان سے کوئی واسطہ غائب نہ لگے اور لگے کہ وہ خود ہی بلا واسطہ روایت کر رہا ہے۔ بے شک یہ جھوٹ اور توریہ ہے اور گناہ ہے، دھوکہ ہے، سچے اور جھوٹے بیان کا فیصلہ ظاہر کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے اور دھوکہ دینے والے بھروسے کے لائق نہیں ہوتے لہذا اب اسکی روایت قبول نہیں ہوگی وہ کتنا ہی بڑا امام و فقیہ و اہل روایت ہو کیونکہ وہ دجل کر رہا ہے اسکی عدالت زائل ہوگئی تدلیس کرنے والا ضعیف ہے اگرچہ کتنا ہی بڑا حدیث و تاریخ دان ہو اور اسی قول کو علماء کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے جیسا کہ نووی نے بیان کیا۔ اللہ نے فرمایا :

1) وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ:۴۲)

ترجمہ : اور جان بوجھ کر حق اور باطل کے ساتھ پیچیدہ مت بناؤ اور نہ ہی حق کو چھپاؤ۔

2) يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (ال عمران:۷۱)

ترجمہ : اے الہامی کتاب والوں تم کیوں جان بوجھ کر حق کو باطل کے ساتھ پیچیدہ کرتے ہیں اور حق کو چھپاتے ہو۔

ان آیات کے مطابق تو اگر کسی نے سند سے کوئی راوی نہ بھی چھپایا ہو لیکن بس صاف صاف اتصال بیان نہ کرے تب بھی وہ گناہ گار ہیں کیونکہ وہ حق اور باطل میں پیچیدگی پیدا کر رہا ہے اور یوں ہی جو کسی ایسے راوی کو تدلیس میں حذف کر دے جو اسکے نزدیک ثقہ ہو تو بھی وہ اسی اللہ کے فتوے میں شامل ہے اس پر ان شاء اللہ بحث آئے گی۔

3) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف:۲،۳)

ترجمہ : اے تسلیم کرنے والوں تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک اسکا غضب کتنا بڑا ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

4) قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (ال عمران:۹۹)

ترجمہ : کہہ دے اے الہامی کتاب والوں جو ایمان لائے ہیں تم انھیں کیوں اللہ کے راستے سے روکتے ہو اس میں مشکل چاہتے ہو جبکہ تم گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے بلکل غافل نہیں ہے۔

دین کے معاملات میں پیچیدگی پیدا کرنا اللہ کے راستے سے روکنا ہے اس میں مشکل چاہنا ہے۔

8) راوی کے ضعیف ہونے کے لئے دور حاضر میں پہلوں کی ایک تعداد میں یہ مشہور اور معمول ہے کہ جب راوی کی غلطیاں اسکی درستی پر غالب ہوں تب وہ ضعیف ہوگا لیکن غلطیوں کی کثرت اسے ضعیف نہیں کرتی مثلاً سو میں سے اکیاون غلطیاں راوی کو ضعیف کر دیں گی کیونکہ غلطیاں درستی پر غالب آگئیں اور اگر غلطیاں سو میں سے پچاس ہوں تو راوی ضعیف نہیں یہ قانون غلط ہے نہ قرآن کے موافق ہے نہ اہل روایت کے، قرآن سے دلیل ملاحظہ کریں پھر اقوال اہل روایت سے :

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ (الحجرات:۰۶)

ترجمہ: اے ایمان لانے والوں اگر تمہارے پاس غلطی کرنے والا کوئی خبر لائے تو یقین حاصل کرلو کہیں تم نادانی میں کسی قوم کو تکلیف دے دو پھر تم اپنے فعل پر نادم ہو۔

اللہ نے ایسے شخص کی خبر کی صحیح چھان بین کا حکم دیا جو غلطی کرتا ہو غلطیاں درستی پر غالب آجائیں یہ تو بہت دور کی بات ہے۔

علامہ نووی نے تقریب میں کہا "یعرف ضبطہ بموافقتہ الثقات المتقنین غالبا ولایضر مخالفتہ النادرۃ فان کثرت اختل ضبطہ ولم یحتج بہ"

ترجمہ: راوی کے ضبط کو مضبوط ثقہ راویوں کی اکثر موافقت سے پہچانا جائے گا اور اسکی نادر مخالفت مضر نہیں تو اگر مخالفت کثیر ہو تو اسکے ضبط میں خلل ثابت ہوگا اور اسکا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

علامہ نووی نے بھی راوی کے ضعیف ہونے کا معیار یہ نہیں رکھا کہ درستی پر غلطیاں غالب ہوں بلکہ ضعیف ہونے کے لئے زیادہ غلطیاں ہونا کافی ہے۔

<u>جرح اور توثیق کو تسلیم کرنے کے بارے میں علماء رجال کی آراء اور انکا تعقب:</u>

اس لئے اہل روایت نے بہت سارے تجزیات و تجویزات پیش کئے ہیں جنھیں میں پیش کروں گا اور جس تجویز اور قول پر فی الحال عمل ہے اس پر تبصرہ بھی کروں گا تو پہلے اقوال ملاحظہ کریں:

پہلا قول: توثیق قبول کرلی جائے گی اگرچہ موثق اسکی دلیل پیش نہ کرے اور جرح قبول نہ کی جائے گی جب تک اسکی وجہ تفصیل سے نہ بتادی جائے اور غور کے بعد درست ثابت ہو کیونکہ توثیق کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں تو سب بتانا مشکل ہے جرح میں ایسا نہیں ہے۔

دوسرا قول: اسکا برعکس ہے یعنی کہ جرح کی وجہ بتانا ضروری نہیں توثیق کی وجہ بتائی جائے ورنہ توثیق قبول نہیں کیونکہ توثیق کے معاملات میں بناوٹ بہت ہوتی ہے تو اسکی وجہ بیان کرنا واجب ہے لیکن جرح میں ایسا نہیں ہوتا۔

تیسرا قول: توثیق اور جرح دونوں کی وجہ بتائی جائے گی پھر درست لگے تو قبول ہونگی ورنہ نہیں۔

چوتھا قول: توثیق اور جرح دونوں کی وجہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جارح اور موثق کو انکے اسباب معلوم ہوتے ہیں وہ اسے پہچانتے ہیں اور جو افراد انکی وجوہات کو نہیں پہچانتے ان سے توثیق و جرح قبول نہیں ہے۔

سب اقوال لائق توجہ نہیں ہیں پہلا اور دوسرا قول ضعیف ہے کیونکہ ہم فیصلہ بتانے میں قطعی دلیل کے محتاج ہیں بے دلیل کوئی رائے قائم نہیں ہوتی حسن ظن کی بنیاد پر نہ کسی کو ضعیف کرسکتے ہیں نہ ثقہ کرسکتے ہیں اور تیسرا قول بھی قبول نہیں اگرچہ اس میں وجوہات بتانے کا کہا جارہا ہے لیکن بے تحقیق اندھا ہو کر بات ماننے کی دعوت دی جارہی ہے مثلا یہ بولا گیا کہ احمد ضعیف ہے کیونکہ وہ غلطیاں کرتا ہے یہ کافی نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ جسے وہ جارح غلطیاں سمجھ رہا ہے وہ حقیقت میں بھی غلطیاں ہوں کہی مرتبہ ایک عالم کسی بات کو غلطی سمجھتا ہے اور وہ غلطی نہیں ہوتی اسکی مثالیں تحقیق رجال کی کتب میں بہت مل جائیں گی اور چوتھا قول تو بہت گھٹیا ہے اور بدقسمتی سے یہی قول ہمارے یہاں عمل میں ہے اور اسی طریقے اور منہج کے مطابق حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں اور زیادہ اندھے ہونے کی دعوت دی جارہی ہے کہ جارح و موثق کی بات اندھا ہو کر مان لو اور وجہ بھی نہیں پوچھو صرف اس لئے کہ وہ جرح اور توثیق کی وجوھات جانتا ہے! تو کیا وہ خدا ہے جو غلطیوں سے پاک ہے یا آسمانی فرشتہ ہے جو معصوم ہے! جبکہ علماء رجال توثیق اور جرح کی غلطیوں میں مشھور ہیں اور ہر حالت میں بات کا یقین حاصل نہیں ہوگا جب تک خود دلیل کی جانچ نہ کرلیں ممکن ہے جو اسکے نزدیک جرح

ہے وہ حقیقت میں جرح نہیں بن سکتی یا توثیق نہیں بن سکتی یا بن تو سکتی ہے لیکن اس سے جرح یا توثیق میں خطا ہو گئی لاپرواہی ہو گئی اگر ہم اندھے ہو جاتے تو غلطیاں پکڑی نہیں جاتیں اور لوگ اسکا شکار ہی رہتے۔

بڑی جہالت اور مصیبت ہمارے یہاں یہ بھی ہے کہ جرح اور توثیق جارح و موثق سے ثابت نہیں ہوتی اور اسی افسانوی جرح و توثیق پر دین وخبر کا فیصلہ کیا جاتا ہے مثلاً احمد بن حنبل نے کسی راوی کے بارے میں کہا کہ "وہ ضعیف ہے" اول تو یہ کہ اسکی تحقیق نہیں ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ جرح احمد بن حنبل سے ثابت ہی نہیں ہے بس کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ احمد بن حنبل نے یہ کہا ہے کسی صحیح سند سے معلوم نہیں تو یہ بات کیسے قبول کرلی جائے لیکن ایسا ہی ہوتا ہے علماء اس پر اعتماد کر کے روایتوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس پر ہم گہرائی میں کلام کریں گے بہرحال انکی مثالیں دیکھیں :

1) تقریب التھذیب میں ابن حجر نے کہا ابراہیم بن عثمان العبسی ابو شیبہ کوفی متروک الحدیث ہے۔

اب ہم اس بات پر بے دلیل و ثبوت کیسے اعتماد و یقین کرلیں ابراہیم بن عثمان العبسی کوفی حدیث میں متروک ہے تو کیسے ہے؟ دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

2) علامہ ذہبی نے الکشاف میں کہا "احمد بن بشیر کوفی تو ابن معین نے کہا اسکی حدیث میں کوئی حرج نہیں" تو کیسے حرج نہیں، ثابت کریں یا ہم ابن معین کی بندگی کرتے ہیں جو انکی رائے بے دلیل مان لیں!! اکثر ایسا ہی ہوتا ہے توثیق و جرح پر کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی ایسے قول پر اعتماد کر کے ہی حدیثوں کے صحیح اور ضعیف ہونے کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور یہ بے ثبوتی ہے اللہ کا اصول کبھی نہیں بدلتا کہ شک وظن کی پیروی کرنا حرام ہے اور دین کے معاملے میں تو شرک و کفر ہے کسی کو بغیر اجازت خدا بھروسے کے لائق سمجھنا کفر و شرک ہے۔

<u>جرح و توثیق کا علماء رجال سے ثابت نہ ہونے کا بیان اور تعقب :</u>

جو بھی جرح یا توثیق اسماء رجال کے کتب میں ہیں ان میں سے اکثر یا ساری ہی علماء جارحین اور موثقین تک بسند صحیح ثابت نہیں ہوتیں مثلاً تھذیب التھذیب میں ابن حجر نے احمد بن حرب بن محمد الغضوبۃ الطائی کے بارے میں نقل کیا کہ محدث نسائی نے کہا "اس راوی میں کوئی حرج نہیں اور وہ میرے نزدیک اسکے بھائی علی بن حرب سے زیادہ پسندیدہ ہے" تو کیا ثبوت ہے کہ یہ قول محدث نسائی کا ہی ہے؟ اسکی کوئی صحیح سند نہیں ہے اور نہ ابن حجر خود نسائی سے مل کر آئے ہیں نسائی تو ابن حجر سے صدیوں پہلے کے فرد ہیں تو ہم کیسے مان لیں یہ قول نسائی کا ہے۔

علامہ ذھبی نے المغنی میں راوی عطاء بصری عطار کے بارے میں لکھا کہ ابوداود نے کہا یہ راوی کچھ بھی نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ابو داود نے کب کہا؟ قطعی سند پیش کریں لیکن ایسا نہیں ہوتا بس قول منقول پر اعتماد کر کے روایت کو صحیح مان لیا جاتا ہے اور دین کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے حالانکہ اسطرح دنیاوی امر کا فیصلہ کرنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ قطعی نہیں اندازہ و گمان ہے اور غیر اللہ کا فیصلہ ہے افسوس۔

<u>موثقین اور جارحین کا مجھول و نا معلوم ہونا :</u>

یاد رہے کہ جرح اور توثیق کرنے والوں کی خبریں قطعی ذریعے سے ثابت ہونا ضروری ہے اور اسکا ثقہ ہونے کا ثبوت بھی اسی طرح کا ضروری ہے لیکن اسماء رجال کی کتب میں جن افراد کی جرح و توثیق نقل ہوتی ہے ان کے بارے میں یہ غور کرنا ضروری ہے کہ وہ تھا کون اور کن صفات کا حامل تھا۔

<u>علماء رجال کے اقوال کی بے دلیلی اور شدید اضطرابی کیفیت :</u>

جرح و توثیق کے اختلافات کی بات کریں تو وہ اتنا ہے کہ چند مجلدات اس کے لئے کافی نہیں ہیں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے راویوں کے بارے میں اہل اسماء رجال کا اختلاف ہی ہوتا ہے اندازاً پانچ فی صد ہی ان میں اتفاق ہوتا ہے تو جب اختلاف ہو جائے تو کیا کریں اسی لئے اہل

اسماء رجال نے اس پر آٹھ آٹھ دس دس جلدوں پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں مثلا الکامل فی الضعفاء لابن عدی اور تھذیب الکمال و تھذیب التھذیب لابن حجر جسکا اشمام ہم آپ کو دیں گے اور ان شدت اختلاف کا اعتراف خود اہل روایت نے کیا ہے ۔
الرفع و التکمیل میں ابوالحسنات اللکنوی نے علامہ ذہبی کا قول نقل کیا ہے اور کہا" قال الذھبی و ھو من اھل الاستقراء التام فی نقد الرجال لم یجتمع اثنان من علماء ھذا الشان قط علی توثیق ضعیف و لا علی تضعیف ثقة "ترجمہ : ذہبی نے کہا اور وہ استقراء تام کے مالک ہیں کہ اس باب کے علماء کسی ضعیف کو ثقہ قرار دینے اور کسی ثقہ کو ضعیف قرار دینے کے معاملے میں متفق نہیں ہوئے ۔
یہ حال ہے کہ خود علم رجال کے ماہر علامہ ذھبی خود انکے شدت اختلاف کا اظہار کررہے ہیں اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر راوی دس ہزار ہیں تو نوہزار پانچ سو راویوں پر علماء رجال کا اختلاف ہوگا یا اس سے بھی زیادہ پر ۔ خیر میں مثال کے طور پر چند راویوں کے بارے میں علماء رجال کے اقوال پیش کرتا ہوں :
1) ابن حجر نے تھذیب التھذیب میں اسماعیل بن ابی اویس جو کہ صحیح بخاری و مسلم کا راوی ہے اسکے تعارف میں جرح و تعدیل کے اقوال و اختلاف بیان کرتے ہوئے کہا ابوطالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں اور دارمی نے ابن معین سے ایک قول یہ بھی روایت کیا ہے کہ ابن ابی اویس سچا ہے لیکن عقل کا کمزور ہے حدیث درست بیان نہیں کرتا اور ابن معین کا تیسرا قول یہ روایت کیا کہ یہ راوی اور اسکا باپ ضعیف ہیں اور احمد بن ابی یحیی نے ابن معین سے ہی انکا چوتھا قول روایت کیا کہ یہ راوی اور اسکا باپ حدیث چوری کرتے تھے اور نسائی نے کہا یہ ضعیف ہے اور دوسرے مقام پر کہا کہ ثقہ نہیں ہے اور ابوحاتم نے کہا یہ راوی سچ کے مرتبے پر ہے لیکن یہ غافل بھی ہے اور دولابی نے الضعفاء میں کہا میں نے نصر بن سلمہ کو سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ابن ابی اویس کذاب ہے ۔
یہ حال ہے ایک عالم ایک ہی راوی کو ثقہ بولتا ہے اور دوسرا ضعیف بولتا ہے اور ایک راوی کے بارے میں ایک ہی عالم کی چار چار آراء ہیں کبھی کہتا ہے راوی سچا ہے اور کبھی کہتا ہے راوی کذاب ہے اور بھی اختلاف تھا میں نے زیادہ لکھا نہیں اب کیسے پتا چلا بھائی کہ یہ راوی ثقہ ہے کیونکہ ضعیف و کذاب بھی ہوسکتا ہے ہو ثقہ بھی اور اسکی روایتیں بخاری و مسلم میں موجود ہیں جنھیں لوگ اپنے دین میں حجت کا رتبہ دیتے ہیں اور انھیں حرف آخر سمجھتے ہیں تو کیا یہ اخباری اور راوی تمھارے خدا ہیں ؟
2) المغنی میں ذھبی نے عطا بن سائب کے بارے میں کہا کہ مشھور تابعی ہے احمد بن حنبل نے کہا یہ ثقہ صالح انسان ہے اور دوسروں نے کہا یہ قوی نہیں ہے اور ابن معین نے کہا یہ اسکی روایت کردہ حدیث حجت نہیں ۔
3) المغنی میں ہے عطاء بن عبداللہ الخراسانی کو ابن معین اور احمد اور عجلی نے ثقہ مانا ہے اور ابوحاتم نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور عقیلی نے اسے ضعفاء میں شامل کیا اور ابن حبان نے کہا اسکا حفظ بیکار ہے غلطیاں کرتا ہے تو اسکی روایت سے استدلال کرنا باطل ہے ۔
4) المغنی میں ہے عتاب بن بشیر الجزری جس نے خصیف سے روایت لی ہے احمد بن حنبل نے کہا خصیف سے اسکی روایت منکرات ہیں اور ابن معین نے کہا یہ ثقہ ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ ضعیف ہے ۔
دیکھ لیں ایک ہی راوی کے بارے میں ایک ہی شخص کبھی کہتا ہے ضعیف ہے اور کبھی کہتا ہے ثقہ ہے اور دوسرا کچھ اور ہی کہتا ہے اور آج کل کے لوگ قرآن کے خلاف انھی فضول کے راویوں کی حدیث پیش کرتے ہیں جو کشمکش میں مبتلا اماموں کے ہاتھوں ثقہ بن گئے بلکہ بعد والے مثلا البانی یا زبیر علی زئی اور دیگر افراد نے کہہ دیا کہ ثقہ ہے اور حدیث صحیح ہے تو چلو بھائی حدیث صحیح ہوگئی ایک راوی کی حالت ثابت نہیں ہوپارہی اور آٹھ دس راویوں کی سند سے آنے والی حدیث کو رسول اللہ کا فرمان کہتے ہوئے شرم نہیں آتی اور پتا نہیں ان علماء اسماء رجال نے ایسا کہا بھی تھا یا نہیں یا ان پر جھوٹ گھڑ دیا ہے اللہ ہی جانتا ہے تو ان روایتوں کی حیثیت دو کوڑی کی بھی نہیں ہوتی لیکن اسے دین مانا جاتا ہے بلکہ قرآن مقدس جیسے معجزے کے مقابلے کا سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث قرآن مجید کو منسوخ کرتی ہیں

بے شک یہ شرک ہے اللہ جل جلالہ کے فرمان کو کوئی بدل نہیں سکتا نہ منسوخ کر سکتا ہے بلکہ اس کے مقابلے کا بھی کوئی نہیں ہے، توبہ الامان والحفیظ۔

اہل روایت کی تحسین و تضعیف کی حیثیت :

ممکن ہے بہت مرتبہ آپ نے سنا ہے کہ فلاں محدث نے کہا کہ فلاں حدیث صحیح ہے یا فلاں حدیث ضعیف ہے مثلاً شیخ البانی یا زبیر علی زئی یا شعیب الارنوؤط یا پہلے والوں میں سے حاکم و ترمذی وغیرہ ہیں انکی تحقیق صرف انکے لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں کیونکہ اسکے حجت ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور ہم پر شک کی پیروی کرنا حرام ہے قطعیت کی پیروی کرنا فرض ہے کوئی تحقیق قطعی نہیں ہوتی ہے ہر تحقیق غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی۔ پھر یہ بھی نہیں پتا کہ کس محدث کا حدیث کی جانچ کرنے کا معیار اور طریقہ کیا ہے ہزاروں طریقے کتابوں میں لکھے ہیں پتا نہیں کس کا کیا اصول و معیار ہے اور جو اصول تحقیق ہم نے علم جرح و تعدیل سے نقل کئے ہیں سب کے سب مردود و غلط ہیں قرآن شریف کے خلاف ہیں اور جو قانون ابھی عمل میں ہے وہ تو سب سے بدتر ہے جو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ کسی کا طریقہ درست بھی ہے تو بھی اسکی تحقیق دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ انسان سے غلطی ہوتی ہے بہت ممکن ہے اسکا اصول ہی غلط ہو جسکی بنیاد پر اس نے حدیث کو پرکھا ہے اور موجودہ سب محققوں کا طریقہ غلط ہی ہے خصوصاً شیخ البانی ان سے تو موجودہ محققین کی ایک تعداد بھی مخالفت رکھتی ہے۔ حرف آخر سمجھنا بس اللہ کے لئے ہے کیونکہ ہم اسکے تابعدار ہیں بلکہ معبود کی تعریف ہی یہ ہے "جو حرف آخر ماننے کے لائق ہو" کیونکہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اس کے لئے جو عبادت کے لائق ہو۔

ابو عیسی ترمذی اور ابن ماجہ کے بارے میں ابن حزم کی رائے :

ابن حجر نے اپنی کتاب تھذیب التھذیب میں شیخ مدقق ابن حزم ظاہری اندلسی نے الایصال کی کتاب الفرائض میں کہا ہے محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی مجھول ہے۔ اور یہ ہی بات ان کی ابن ماجہ کے حوالے سے منسوب کی ہے کہ مدقق ابن حزم نے ابن ماجہ کو بھی مجھول قرار دیا ہے میں کہتا ہوں اگر واقعی شیخ الاسلام ابن حزم نے ایسا کہا ہے تو صحیح کہا ہے کیونکہ ترمذی اور ماجہ کی توثیق اور انکی کتاب اگرچہ مشھور ہے لیکن قطعاً ثابت نہیں ہے کسی کی توثیق کا مشھور ہونا اسکے حق ہونے کی دلیل نہیں ہوتا جیسا کہ ہم پیچھے بھی اسکی تفصیل کر چکے ہیں ہر کافر سر غنے کی نیک نامی اور وثوق مشھور ہے لیکن یہ حقیقت نہیں اور دنیا کی اکثر آبادی میں حضرت عیسی مسیح کا صلیب پر قتل ہونا مشھور ہے لیکن کہ یہ حقیقت نہیں اور بے شمار مثالیں ہیں کیونکہ قطعاً انکا ثبوت نہیں یہ ہی حال ترمذی اور ابن ماجہ کا ہے یہ مجھول ہیں باوجود اسکے کہ انکی نیک نامی مشھور ہے۔

اس دعوے پر حضرت ابن حزم کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور اب تک انکی اس بات کو ماننے والا میں نے نہیں دیکھا حالانکہ وہ اس معاملے میں حق پر تھے۔

جاھلوں کا جاہلانہ اعتراض :

ہمارے معاشرے میں ایک گھٹیا فرقہ پایا جاتا ہے جب ان سے کسی بات کا ثبوت مانگیں تو فوراً کہتے ہیں تم اپنے باپ کے باپ ہونے کا ثبوت دو تو یہ وہ لوگ ہیں جنکا نسب انکے نزدیک اپنے والد سے طور پر ثابت نہیں ہوتا اور دوسروں کو بھی اپنی طرح سمجھتے ہیں۔ میں انکے بارے میں آپکو ایک تعجب خیز بات بتانا چاہتا ہوں ان لوگوں کے نزدیک اگر بیوی مشرق میں ہو اور شوہر مغرب میں ہو اور آپس میں کبھی ملاقات نہیں ہوئی ہو بس نکاح ہو گیا تھا پھر جب شوہر بیوی کے پاس آیا تو اسے حاملہ پایا اور بیوی کہتی ہو کہ بچہ شوہر کا ہے تو کہتے ہیں وہ بچہ اسی شوہر کا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ شوہر کسی جنات کی مدد سے بیوی کے پاس آیا ہو اور جماع کیا ہو۔ 'توبہ استغفار' ممکن ہے انکے ہاں ایسا

ہوتا ہو اور ولد الزنا پیدا ہوتے ہونگے تو اس پر پردہ ڈالنے کے لئے انھوں نے یہ ڈرامہ رچایا ہے کہ شوہر کو بیوی کے پاس جنات لے کر آ گئے تھے یا جادو سے آ گیا تھا وغیرہ۔

نسب کے اثبات کے لئے بھی قطعی گواہی کا ہونا ضروری ہے ورنہ نسبی رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ عورت کے رحم میں کس کی اولاد ہے یہ عورت بخوبی جانتی ہے تو اسکی گواہی سے ہی نسبی رشتہ اور باپ اور خاندان طے ہوگا اور دور حاضر میں دو تین DNA TEST سے بھی قطعی طور پر اثبات نسب ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہے کہ عورت اپنے رحم کی اولاد کے بارے میں مشکوک ہے کہ یہ صحیح نسب نہیں بتا رہی ہے یا کوئی جسم فروش عورت ہے جسکے بچے کا باپ ہی اسے سمجھ نہیں آ رہا کون ہے تو اندازے سے کسی کو بھی اسکا باپ نہیں بنا سکتے نہ اس بچے کو کسی پر تھوپ سکتے ہیں اسکا نسب مجھول ہے تو جو اصول خبر کے ثبوت کے لئے ہے وہ نسب کے لئے بھی ہے۔ ان لوگ کے نزدیک قرآن مقدس کتنا ذلیل ہے معاذاللہ دیکھیں :

قرآن کے بارے میں حنفیوں کا یہ اصول دیکھیں :

ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب (یعنی حنفی بزرگوں) کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو منسوخ سمجھا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے اسے (انکے قول) کے موافق کر لیا جائے۔ اصول کرخی، صفحہ (39)

<u>محمد رسول اللہ کا شرعی مقام اور کفایت قرآن :</u>

قرآن سے جگہ جگہ اللہ کے رسول کی حیثیت کو واضح کیا ہے کہ ان پر صرف صاف صاف تبلیغ کرنا فرض تھی ایسا نہیں تھا کہ وہ اللہ کے اتارے ہوئے دین اسلام میں تشریحی اضافے کرتے ہوں وہ قرآن میں تشریحی اضافہ نہیں کرتے تھے جو بھی کہتے تھے اللہ کی وحی قرآن سے ہی کہتے تھے اور اسی کے مطابق زندگی گزارتے تھے اسے ہی سنت رسول اور حدیث رسول کہتے ہیں یہ کوئی الگ سے دین نہیں ہے اور نہ ہی دین میں اضافی تفصیل ہے بلکہ دین کی ہر بات کی تفصیل تو قرآن ہے۔ اس پر ہم چند دلیلیں دیں گے باقی اس موضوع پر ہم ایک مدلل کتاب لکھ چکے ہیں جسکا نام "معرفت ظاہر اور مقام حدیث" ہے اور یہ کتاب طباعت کے ساتھ ساتھ نشر بھی ہو چکی ہے اسکے طرف رجوع کرنا بھی مفید ہے اس میں دلیلیں کھل کر دی گئی ہیں ہم یہاں چند ہی دیں گے :

لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰـكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (یوسف:۱۱۱)

ترجمہ : انکے واقعات میں حق پسندوں کے لئے نصیحت ہے یہ کلام گھڑا نہیں جا سکتا بلکہ جو کتاب اس سے پہلے کی ہے اسکی تصدیق کرتا ہے اور ہر بات کی تفصیل کرتا ہے اور ہدایت اور رحمت ہے تسلیم کرنے والوں کے لئے۔

معلوم ہوا کہ قرآن ہر بات کی تفصیل کر دیتا ہے اور جب ایسا ہے تو نبی کے فرمان قرآن پر اضافی تشریح کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو قرآن کے مطابق ہوتے ہیں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (النحل:۸۹)

ترجمہ : اور ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو صاف صاف بتاتی ہے اور ہدایت اور رحمت اور نوید ہے فرمان برداروں کے لئے۔

معلوم ہوا کہ قرآن ہر بات کو صاف صاف بتا دیتا ہے اور جب ایسا ہے تو نبی کے فرمان قرآن پر اضافی تشریح کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو قرآن کے مطابق ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا (بنی اسرائیل:۸۹)

ترجمہ : اور ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر مثال کو صاف صاف بتادیا ہے تو اکثر انسانوں نے انکار کردیا سوائے اندھیروں کے ۔

اور جب اللہ نے قرآن مبین میں ہر مثال کو صاف صاف بتادیا تو قرآن پر اضافی کوئی شیٔ ہمارے لئے مثال کی حیثیت نہیں رکھتی ۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام:۳۸)

ترجمہ : ہم نے اس کتاب میں کچھ نہیں چھوڑا۔

معلوم ہوا اللہ نے جو بیان کرنا تھا سب کچھ تفصیل سے کتاب اللہ میں ذکر کردیا ہے ۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (العنکبوت:۵۱)

ترجمہ : کیا انھیں کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب اتاری ہے جو انھیں پڑھ کر بتائی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے تسلیم والوں کے لئے ۔

معلوم ہوا قرآن ہی ہماری ہدایت و نصیحت کے لئے کافی ہے ۔

خیر بے شمار دلیلیں ہیں مزید دلیلوں کے لئے ہماری کتاب معرفت ظاہر اور مقام حدیث کا مطالعہ کریں اور ان آیتوں سے بھی علم ہوتا ہے کہ نبی کریم اللہ کی کتاب پر تشریحی اضافہ نہیں کرتے تھے مزید دلیلیں ملاحظہ کریں :

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (المائدۃ:۹۹)

ترجمہ : اللہ کے پیغمبر پر صاف طور پر بات پہنچانے کے سوا کچھ بھی لازم نہیں اور اللہ اسے جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (النور:۵۴)

ترجمہ : اور اللہ کے پیغمبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں ۔

وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ (العنکبوت:۱۸)

ترجمہ : اور اللہ کے پیغمبر پر صاف صاف بات پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں ۔

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (المائدۃ:۹۲)

ترجمہ : تو جان لو کہ ہمارے پیغام لانے والے پر صرف صاف صاف پہنچادینا لازم ہے ۔

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (النحل:۳۵)

ترجمہ : تو اللہ کے پیغام لانے والوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے !

معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ اور دیگر رسولوں پر تبلیغ کرنا ضروری تھی نہ کہ تشریح کرنا ۔

حدیث رسول کی شرعی حیثیت :

اہل روایت ہم یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم حدیث رسول کے منکر ہیں یہ بڑا بہتان ہے کیونکہ ہم حدیث رسول کے اقراری ہے ہاں وہ روایتیں جو نبی کے نام پر ایجاد کی گئی ہیں ہم الحمد للہ انکے منکر ہیں اور ہر دور میں اللہ کے نیک بندے اسکے مخالف رہے ہیں اور رہیں گے اور جنھیں روایتی حضرات نے حدیث رسول اور دین اسلام کا حصہ مان لیا ہے ۔ قرآن کی رو سے نبی کے اقوال واَفعال جنھیں احادیث رسول کہا جاتا ہے وہ اللہ کی کتاب قرآن شریف کے تابع و موافق ہوتے ہیں اس سے ہٹ کر نہیں ہوتے تو جب ایسی کوئی روایت رسول

کے نام پر آئے گی جو قرآن پر اضافی دین ثابت کرتی ہو تو وہ رسول کریم پر افتراء ہے اور حدیث وحی نہیں بلکہ اسکی حیثیت تاریخ و ہسٹری کی ہے کہ نبی نے اپنی زندگی کیسے گذاری۔

ہم چار طرح کے روایات تسلیم کرتے ہیں:

1) وہ روایت جو ہم قرآن شریف کے مطابق پائیں

2) وہ روایت جو روایت مجمل ہو اور قرآن شریف اسکی شرح کر رہا ہو

ان دو قسم کی روایات کو ہم شرعی طور پر مانتے ہیں۔

3) وہ روایت جو متواتر ہو

4) وہ روایت جو متواتر تو نہ ہو لیکن اسکی نبی کی طرف نسبت قطعی ہو یعنی ہر قسم کے شبہہ سے خالی ہو۔

ان دو قسم کی روایت کو ہم تاریخی طور پر مانتے ہیں لیکن ان کی اتباع تب ہوگی ہم یہ قرآن شریف کے مطابق معلوم ہوں۔

اہل روایت کے اشکالات کے جوابات:

اہل روایت وہ ہیں جو روایتوں کو اللہ کی کتاب کے سوا دوسری وحی مانتے ہیں اور انھیں الگ وحی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ اپنے دعوے کے اثبات میں جو پیش کرتے ہیں ہمیں ایک ایک کر کے بتائیں گے اور انکے جوابات دیں گے۔

پہلا اشکال:

یہ بڑا مشہور اشکال ہے کہ اللہ نے تو فرمایا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (النساء:59) ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے جو فرماں رواں ہیں انکی اطاعت کرو۔

تو اللہ نے محمد رسول اللہ کی بھی اطاعت کا حکم دیا ہے اور رسول کی اطاعت حدیث کی اطاعت ہے۔

جواب: اول تو کسی کی اطاعت کے واجب ہونے سے اسکے فرمان کا وحی ہونا لازم نہیں آتا ہمیں اللہ نے صاحب حکم کی بھی اطاعت کا حکم دیا تو کیا ان امیر المومنین اور امیر الجیش وغیرہ پر بھی قرآن کے سوا وحی نازل ہوئی ہے؟ بعض اوقات ماں و باپ کی اطاعت بھی فرض ہو جاتی ہے تو کیا ان پر قرآن کے سوا الگ وحی اترتی ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت بھی اللہ ہی کی اطاعت ہے رسول خود خدا نہیں ہے کہ اسکی اطاعت الگ اور اللہ جل شانہ کا اطاعت الگ ہو بلکہ وہ تو اللہ کی لائی ہوئی شریعت کی اطاعت کرنے کا حکم دیتا ہے یہ ہی اطاعت رسول ہے نبی خود سے شریعت و دین نہیں بناتا تو فرمایا:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء:80)

ترجمہ: جو رسول کی اطاعت کریگا وہ اللہ ہی کی اطاعت کریگا۔

معلوم ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت ایک ہی ہے تو رسول کی اطاعت اللہ تعالی کی اطاعت ہے اور اللہ تعالی کی اطاعت قرآن شریف کی اطاعت ہے تو قرآن شریف کی اطاعت رسول کریم کی اطاعت ہے اس میں حدیث کی اطاعت کہاں سے واجب ہو گئی اور رسول تو اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے خود حاکم و دین ساز نہیں ہوتا اور جب اطاعت ایک ہی ہے تو اہل روایت کا استدلال ہی فضول ہے پس قرآن کے سوا دوسری وحی کے چکر ایک جھوٹ ہے۔

وَمَنۡ يَّخۡرُجۡ مِنۡۢ بَيۡتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ يُدۡرِكۡهُ الۡمَوۡتُ فَقَدۡ وَقَعَ اَجۡرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (النساء:100)

ترجمہ: "اور جو بھی اپنے گھر سے اللہ اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کرتا نکلے گا پھر اسے موت پالے تو اسکا اجر اللہ کے ذمہ لازم ہوگا"۔

آیت میں غور کریں اس میں انکے بارے میں بات ہو رہی ہے جو اللہ اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کریں اللہ کے ساتھ ساتھ رسول کا بھی ذکر ہے تو کیا اللہ اور رسول کی طرف ہجرت دو الگ الگ ہجرتیں ہیں؟ نہیں بلکہ اللہ کی طرف ہجرت رسول ہی کی طرف ہجرت ہے۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ۚ ۔(البقرۃ:279)

ترجمہ : تو اگر تم نہ کرو (سود نہ چھوڑو) تو اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے جنگ کو جان لو۔

اب اس آیت میں اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے جنگ کی بات ہو رہی ہے تو کیا اللہ سے جنگ اور رسول سے جنگ الگ الگ ہے؟ بلکل نہیں حالانکہ اللہ کے ساتھ رسول کا بھی ذکر ہے۔ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت ایک ہی ہے الگ الگ اطاعتیں نہیں ہیں اور یوں ہی رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے کیونکہ رسول، معبود کا پیغام ہی پہنچاتا ہے دوسرے خدا کا پیغام نہیں دیتا اور نہ ہی اسکا اپنا کوئی ذاتی دین ہوتا ہے جسکی وہ تبلیغ کرتا ہو مثلاً رسول نے کہا شرک نہ کرو تو شرک کرنا رسول کی نافرمانی ہوئی اور اللہ کی بھی نافرمانی ہوگی کیونکہ یہ شرک سے ممانعت کے فرامین اللہ کے کلام قرآن میں بھی ممنوع ہے اور نبی نے اسکی نمائندگی کی ہے اور یوں ہی رسول اللہ نے چوری سے منع کیا ہے تو جو چوری کرے گا وہ رسول اور اللہ دونوں کا نافرمان ہوگا کیونکہ یہ ممانعت اللہ کے کلام قرآن میں بھی ہے اور رسول نے اسکی نمائندگی اور تابعداری کی اور جو بات اللہ کا فرمان نہ ہو تو وہ رسول کا فرمان بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول تو اللہ کا فرمان ہی بتاتا ہے اپنے خواہش سے نہیں بولتا یعنی وہ اپنے اللہ کا رسول ہے اپنی خواہش کا رسول نہیں اور رسول کی پیروی کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ قرآن رسول کے سوا اور کون لایا ہے!

خلاصہ مقصد یہ ہے کہ نبی یا تو اللہ کے دین کے اطاعت کا حکم دیتا ہوگا یا غیر اللہ کے دین کا؟ بے شک اللہ کے دین کا اور جب ایسا ہے تو نبی کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے دو الگ الگ اطاعتیں نہیں ہیں جیسا کہ اہل روایت نے گمان کر رکھا ہے۔

یوں ہی اللہ نے فرمایا قل الانفال للہ والرسول (الانفال) ترجمہ : "کہہ دے مال غنیمت اللہ اور رسول کا ہے"۔

اس آیت میں اللہ نے مال غنیمت کو اللہ و رسول کا کہا ہے تو اسکا ہرگز یہ مطلب کہ غنیمت دو افراد کے لئے ہے ایک حصہ اللہ کا اور ایک رسول اللہ کا ہے مطلب مراد یہ ہے کہ مال غنیمت دین خدا جو رسول لے آئے ہیں اسے مطابق استعمال میں آئے گا۔ اس طرح کی بہت سی آیات ہیں جو صاف بتاتی ہیں کہ اہل راویت کا استدلال فاسد ہے۔

<u>دوسرا اشکال :</u>

اہل روایت نے کہا کہ رسول اللہ میں ہمارے لئے بہتر پیروی کا سامان ہے تو معلوم ہوا قرآن کے سوا نبی کے اعمال و افعال بھی ہمارے لئے دلیل ہیں اس پر انھوں نے قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے

لَقَدۡ كَانَ لَـكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنۡ كَانَ يَرۡجُوا اللّٰهَ وَالۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيۡرًا (الاحزاب:21)

ترجمہ : تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھی پیروی ہے انکے لئے جو اللہ اور روز آخرت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ قرآن میں عملی طور پر تشریح بتاتے تھے جو قرآن میں نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ حدیث رسول دوسری وحی ہے۔

جواب : اول تو یہ کہ اس آیت میں نہ کسی عملی طریقے کا ذکر ہے اور نہ کسی تشریح کی بات ہو رہی ہے اس آیت میں تو یہ ہے کہ جو اللہ اور آخری دن کو تسلیم کرتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں انکے لئے رسول اللہ میں اچھی پیروی موجود ہے اور بے شک یہ سچ ہے کہ ہمیں رسول اللہ کی پیروی میں قدم اٹھانا ہے ان کے طریقے پر چلنا چاہیئے ہم اسکے منکر نہیں اور رسول اللہ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ اللہ کی

کتاب کی اطاعت کرتے تھے اور کچھ نہیں اور ہم بھی یہ ہی کہہ رہے ہیں اب اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ نبی عملی طور پر قرآن مبین پر تشریحی اضافے کرتے تھے کہ اگر وہ اضافے نہ ملے تو دین اسلام ناقص و ادھورا رہ جائے گا قرآن شریف ادھورا نہیں مکمل دین ہے اور نبی اسکی ہی پیروی کرتے تھے اور اس آیت کے مطابق ہمیں بھی قرآن ہی کی پیروی کرنی چاہیئے یہ ہی سنت نبوی ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ۔(الانعام:50)

ترجمہ: (کہہ دے) میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ(الاحقاف:09)

ترجمہ: کہہ دے میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی گئی ہے اور میں صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّۚ (یونس:15)

ترجمہ: اور جب انھیں ہمارے واضح آیتیں پڑھ کر بتائی جائیں تو جو ہماری ملاقات سے نہیں ڈرتے وہ کہتے ہیں اسکے سوا دوسرا قرآن لے آ یا پھر اس میں ہی تبدیلی کردے کہہ دے میری یہ مجال نہیں کہ میں اس میں اپنی جانب سے تبدیلی کردوں میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف کی گئی ہے۔

قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْۚ (الأعراف:203)

ترجمہ: کہہ دے میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی پاس سے میری طرف ہوئی ہے۔

معلوم ہوا نبی سمیت سب کو صرف اور صرف وحی کی اتباع کا حکم ہے اور اسکی کی اتباع کی حکم نہیں بلکہ غیر وحی کی اتباع کرنا ممنوع و حرام ہے اور نبی کا طریقہ بھی یہ ہے کہ آپ صرف وحی کی پیروی کرتے تھے تو انکے طریقے پر چلتے ہوئے ہم بھی وحی کے سوا کسی کی پیروی لازم نہیں مانیں گے۔ اہل روایت کے لئے اس آیت میں بھی وحی کی تقسیم پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہوئی کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے ہٹ کر مستقل اطاعت ہے۔

<u>نبی کی تعلیمات و اسوہ حسنہ</u>

نبی کریم نے امت کو کیا تعلیمات دی ہیں کیا حکم دیا ہے جس کی پیروی کرکے ہم متبع سنت بنے ہیں وہ یہ ہے کہ نبی کریم کے اقوال دو طرح کے ہوتے ہیں ان کی اپنی رائے اور وہ بات جو وہ کلام اللہ کے مطابق کرتے ہیں تو نبی کی جو بات خطا پر مبنی ہوتی ہے وہ صرف ان کے نفس کی طرف سے ہے وہ مسترد ہے اور ان کا جو قول قرآن شریف کے مطابق ہو اس پر ایمان لازمی ہے تو اللہ نے فرمایا قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی و ان اھتدیت فبما یوحی الی ربی انہ سمیع قریب (سبا:۵۰) ترجمہ": کہہ دے اگر میں غلطی کروں تو میں غلطی صرف اپنی نفس کی وجہ سے کروں گا اور اگر میں حق پر ہوں تو یہ اس کلام کی وجہ سے ہوگا جو میرا آقا میری طرف وحی کرتا ہے یقینا وہ سننے ولا ہے قریب ہے"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ نے نبی کو اپنی امت کو یہ تعلیم دینے کے لئے کہا کہ انکا ہر قول صحیح نہیں ہوتا بلکہ وہی بات حق لازم الاتباع ہوتی ہے جو قرآن شریف جو اللہ نے نبی پر وحی کیا ہے اسکے مطابق ہو اور نبی نے یہ بھی بتایا کہ ان سے انکے قول و فعل میں غلطی بھی ہوتی ہے غلط بات کو ترک کردیا جائے اور کلام اللہ کے مطابق بات اختیار کرلی جائے یہ نبی کریم کی تعلیمات و احکام ہیں جس کی گواہی خود اللہ کی کتاب دیتی ہے اور یہ ہی اہل قرآن کا بنیادی اصول ہے کہ حدیث کو قرآن شریف پر پیش کیا جائے پھر اگر وہ حدیث کتاب

اللہ کے مطابق پائی جائے تو اسے لیا جائے ورنہ اسے رد کردیا جائے اور اسی مسلک پر چلنا سنت رسول و اطاعت رسول ہے اور جو قرآن سے ہٹ کر ایک مستقل وحی مانے جیسے کہ اہل روایت کا مذہب ہے ایسے لوگ منکر قرآن و سنت ہیں۔

تیسرا اشکال :
اہل روایت اندازہ لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ دین سمجھنے میں نبی کے عمل کے محتاج ہیں جب تک نبی کا عمل معلوم نہ ہو قرآن مکمل نہیں اسکے بغیر قرآن سمجھ نہیں آسکتا کیونکہ کوئی میڈیکل کا طالب علم جب تک کسی استاد کے ساتھ ایک عرصے تک تجربہ نہ کرے وہ ڈاکٹر نہیں بنتا اسکے لئے صرف مطالعہ کافی نہیں ہے اور یوں ہی اگر کسی کو وکیل بننا ہے تو وہ ایک عرصہ کسی وکیل سے عملی تربیت نہ لے وکیل نہیں ہوگا تو معلوم ہوا کہ قرآن کافی نہیں رسول اللہ کا عمل ضروری ہے۔

جواب : اسکا جواب کئی طرح سے ہے اول : یہ کہ دین اسلام میں اندازوں اور اٹکلوں سے بات کرنا حرام اور کفر ہے کیونکہ دین کی بنیاد قطعی اور قرآنی دلیلوں پر ہے تو قرآن سے قطعی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔

دوسرا : یہ کہ قرآن کی مثل کچھ بھی نہیں وہ ایک معجزہ ہے لہذا میڈیکل و وکالت کی مثالیں دینا غلط ہے قرآن کو میڈیکل و وکالت و کھانا بنانے کی کتاب نہیں ہے کہ اس کے لئے یہ مثالیں دی جائیں۔

تیسرا : یہ کہ کسی علم و کتاب کو سمجھنے کے لئے کسی کا عملی نمونہ دیکھنا ضروری نہیں ہم لوگ ہزاروں علوم و فنون پڑھتے ہیں لیکن اس میں کوئی عملی نمونہ نہیں دیکھتے اور اس فن کی ہم سمجھ بوجھ حاصل کرلیتے ہیں مثلا علم منطق ہم اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن کوئی عملی نمونہ نہیں دیکھتے اور علم بلاغت کے اُصول ہم سمجھ جاتے ہیں جبکہ ہم کوئی عملی نمونہ نہیں دیکھتے اور یوں ہی پاکستان کے قوانین سیکھنے ہوں تو صرف قوانین معلوم کرنا ضروری ہے اسے سیکھنے کے لئے عملی نمونہ ضروری نہیں اور ہم علم فلسفہ سیکھتے ہیں اور کوئی عملی نمونہ نہیں دیکھتے اور نہ اس فن کا کوئی عملی نمونہ ہوتا ہے اور رسول اللہ کے اقوال ہم سیکھتے ہیں لیکن وہ بغیر کسی عملی نمونے کے سمجھ آتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول نے فرمایا کہ شرک نہ کرو زنا نہ کرو ناحق قتل نہ کرو تو کیا اس بات کو سمجھنے کے لئے عملی نمونہ ضروری ہے اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اب کیا اس بات کو سمجھنے کے لئے بھی عملی نمونہ ضروری ہے ؟

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قرآن شریف عربی زبان میں آسان و واضح نہیں ہے اسکے بیرونی تشریح و تفصیل کی حاجت ہے وہ فوری دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ یہ بات قرآن شریف کی 112 سے زائد آیات بینات سے ثابت ہے جن میں لاعلمی بلکل عذر نہیں جو قرآن شریف سے اعراض نہ کرے وہ اسے ضرور جانتا ہوگا اور اسکا اس پر لازمی ایمان ہوگا یہ کوئی چھپی آیتیں نہیں ہیں اس کے حوالے سے ہم اپنی کتاب مسائل التکفیر میں بہت وضاحت کرچکے ہیں اور یوں ہی جو کہے کہ دیکھو فلاں آیت ایسی ہے جو سمجھ نہیں آرہی جب تک حدیث نہ ملالی جائے تو اسے صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اسکی کتاب واضح و مفصل ہے وہ سچا ہے اور تم جھوٹے ہو اسے یہ اسے اس آیت کی تفہیم کرنا ضروری نہیں۔

چوتھا اشکال :
اہل روایت نے کہا کہ حدیث رسول بھی قرآن کے سوا الگ وحی ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے

ما ضل صاحبكم وما غوى (2) وما ينطق عن الهوى (3) إن هو إلا وحي يوحى (النجم:04)

ترجمہ : تمہارا ساتھی نہ بھٹکا ہے نہ گمراہ نامراد ہے اور وہ خواہش سے نہیں کہتا ہے وہ وحی ہی ہوتی ہے جو کی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول کے زبان سے جو بھی نکلے گا وہ وحی ہوگا اور کچھ نہیں تو حدیث رسول بھی وحی ہے۔

جواب : اس آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم خواہش نہیں بولتے بلکہ وہ وحی سے کہتے ہیں اور یہ بات تو ہر مؤمن مانتا ہے کون کہتا ہے نبی وحی سے نہیں خواہش سے بولتا ہے اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں یا قرآن کافی نہیں ہے مکمل نہیں ہے یا انکی زبان سے وحی کے سوا کچھ اور بات ہی نہیں نکلتی ؟ نبی پر اعتراض ہے کہ ان پر کوئی وحی نہیں ہوتی بلکہ وہ گھڑتے ہیں تو اللہ نے جواب دیا کہ وہ بات خواہش سے نہیں ہے بلکہ وحی ہی ہے اس پر سب کا ایمان ہے اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کی کوئی دنیاوی زندگی نہ تھی انکے منہ سے وحی کے سوا کچھ نکلتا ہی نہیں تھا؟ کیا نبی کا یہ قول بھی وحی ہوگا کہ اے عائشہ تم کھانا تیار رکھو میں استنجاء خانے سے آتا ہوں ؟ بھئی نبی کی اپنی دنیاوی واجتہادی زندگی بھی تھی وہ سب وحی نہیں ہو سکتی ۔

دوسرا جواب یہ کہ ان ھوالاوحی یوحی میں ھو ضمیر واحد کی ہے **معلوم** ہوا ایک ہی چیز ہے جو نبی کی طرف وحی ہوئی دو چیزیں نہیں تو کتاب اللہ اور حدیث دو وحی کیسے ہو سکتی ہے یہ آیت ہماری دلیل ہے نہ کہ اہل راویت کی ۔

نبی نے جب خود پر اللہ کے حلال کو حرام کرلیا تو اللہ نے انھیں تنقید کا نشانہ بنایا اور معافی کی بات کی تو نبی کا ہر قول وحی کیسے ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اللہ کی تنقید کا نشانہ بن گیا تو فرمایا : يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (التحریم: 01)

ترجمہ : اے نبی جو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے تو اسے کیوں حرام کرتا ہے اور اللہ بہت معاف کرنے والا رحم والا ہے ۔

دیکھیں اس آیت میں نبی کے قول و فعل پر اللہ تنقید و اعتراض کر رہا ہے کہ تو نے یہ غلط کیا ہے اگر نبی کا ہر قول وحی و واجب الاتباع ہے تو اعتراض رب تعالی کی ذات پر ہوگا یہ اس نے ہدایت و قول حق پر اعتراض کیا اسے ٹھکرایا اور اللہ جھوٹا قرار پائے گا نعوذ باللہ لیکن اللہ سچا ہے معلوم ہوا کہ نبی سے اجتہادی خطا و گناہ دونوں ہو سکتے ہیں اور انکی ہر بات امت پر لازمی نہیں بلکہ نبی کے بعض اقوال پر امتی حق نہ پا کر اسے رد بھی کر سکتے ہیں اس پر اعتراض بھی کر سکتے ہیں یہ ہی نبی اور سلف صالحین کا منہج و مسلک ہے ۔

اور اللہ نے نبی کے بعض افعال پر بھی اعتراض کیا فرمایا عبس و تولی ان جاءہ الاعمی و ما یدریك لعله یزکی او یذکر فتنفعه الذکری (عبس) یعنی : اس نے منہ بگاڑا اور منہ پھیر لیا کیونکہ اس کے پاس اندھا آیا تھا اور تجھے کیا پتا کہ امید ہے کہ وہ ستھرا ہوجائے یا وہ نصیحت لے کہ اسے نصیحت نفع دے ۔ اہل روایت خود کہتے ہیں کہ یہ رسول کریم کے بارے میں ہے جب ان کے پاس جناب ابن ام مکتوم آئے اور کہا کہ رسول اللہ مجھے نصیحت کی جائے اور رسول بزرگان کفر کو نصیحت کر رہے تھے تو اس پر نبی نے منہ بنایا تو اللہ کو یہ بات ناگوار گزری تو اگر نبی کے افعال و اقوال وحی ہیں تو اللہ جل شانہ کو وہ ناگوار کیوں گزر رہے ہیں وہ تو واجب الاتباع ہونے چاہئے ۔

اور مسلم کی صحیح روایت ہے نبی نے فرمایا "انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیء من رای فانما انا بشر " رواہ مسلم ۔ یعنی « میں تو ایک انسان ہوں جب میں تمہیں کسی بات کو دین کی جانب سے حکم دوں تو اسے لے لو اور جب میں تمہیں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں صرف ایک انسان ہی ہوں »

نبی نے خود ہی اعتراف کیا اور ہمیں حکم دیا ہے کہ میری ہر بات وحی نہیں ہوتی بلکہ جو اللہ کی طرف سے میں لا رہا ہوں وہ وحی و واجب الاتباع ہے اور جو میں اجتہاد و رائے سے کہتا ہوں اس میں میں ایک انسان کی حیثیت رکھتا ہوں اسکی اتباع ضروری نہیں اس میں مجھ سے خطا بھی ہو سکتی ہے کیونکہ میں ایک انسان ہوں ۔

اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرت ابن عباس ؓ نے کہا جب قیدیوں کو گرفتار کرلیا تو رسول اللہ نے حضرت ابو بکر و عمر ؓ سے فرمایا تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو حضرت ابو بکر نے عرض کیا اے اللہ کے نبی وہ ہمارے چچازاد اور خاندان کے لوگ ہیں میری

رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ وصول کرلیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف طاقت حاصل ہوجائے گی اور ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں اسلام لانے کی ہدایت عطا فرمادیں رسول اللہ نے فرمایا اے ابن خطاب آپ کی کیا رائے ہے ؟ میں نے عرض کیا نہیں ! اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول میری وہ رائے نہیں جو حضرت ابو بکر کی رائے ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے سپرد کردیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑادیں عقیل کو حضرت علیؓ کے سپرد کریں ، وہ اس کی گردن اڑائیں اور فلاں آدمی میرے سپرد کردیں ۔ اپنے رشتہ داروں میں سے ایک کا نام لیا تاکہ میں اس کی گردن ماردوں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں پس رسول اللہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہ ہوئے جب آئندہ روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ اور ابو بکرؓ دونوں بیٹھے ہوئے رو رہے تھے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے بتائیں تو سہی کس چیز نے آپ کو اور آپ کے دوست کو رلادیا پس اگر میں رو سکا تو میں بھی روں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی اختیار کرلوں گا رسول اللہ نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں جو مجھے تمہارے ساتھیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا ہے تحقیق مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا اللہ کے نبی کے قریبی درخت سے بھی اور اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ) "یہ بات نبی کی شان کے مناسب نہیں ہے کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں (کافروں کو قتل کرکے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہائے " ۔

اس روایت میں نبی کی حدیث پر اللہ نے اعتراض کیا اور ممانعت نازل کی تو کس نے کہا کہ حدیث وحی ہے اگر وحی ہوتی تو اللہ کبھی اس پر اعتراض و تنقید نہیں کرتا بلکہ اسکی تأیید و توثیق کرتا ۔

پانچواں اشکال :

اہل روایت کا کہنا ہے کہ اگر اللہ کی کتاب کافی ہے تو یہ نبی پر کیوں نازل ہوئی تو اللہ اپنی کتاب یا تو پہاڑ پر اتار دیتا یا ہر انسان پر ہی ایک کتاب اتار دیتا ۔

جواب : اول تو یہ کہ اللہ نے سب پر اپنی کتاب اس وجہ سے نہیں اتاری کیونکہ ہر ایک نبی ہونے کا لائق نہیں ہے تو سب پر کیوں کتاب نازل کرے گا ! اور کسی شخص پر کتاب اس لئے نازل کی کہ وہ اسکی تبلیغ کرے اللہ نے فرمایا وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (الانعام:92) ترجمہ : اور یہ کتاب جسکو ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے جو کتاب اسکے آگے کی ہے اسکی تصدیق کرتی ہے اور اس لئے تاکہ تو مرکزی شہر اور جو اسکے اطراف کے باشندے ہیں انھیں ڈرادے " اور فرمایا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لھم (ابراھیم:۴) ترجمہ : " اور ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا تو اسکی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ انکے لئے (پیغام کو) بیان کردے " معلوم ہوا نبی کے بغیر اللہ تعالی اپنا کلام کسی پہاڑ یا درخت پر نازل کردیتا تو اس کلام کی تبلیغ انسان میں کون کرتا کون اسکی ایتوں کو انسانوں کو بیان کرتا اور کبھی بھی لوگوں کی اصلاح کے لئے قانون کی کتاب لکھ دینا کافی نہیں ہوتا جب تک اس کتاب ان لوگوں تک پہنچا نہ دیا جائے نبی پہنچانے آئے تھے اور فرمایا وما علی الرسول الا البلاغ المبین (النور:۵۴) ترجمہ " اور رسول پر صاف صاف پہنچانے کے سوا کچھ لازم نہیں ہوتا " معلوم ہوا قرآن نبی پر نازل اس لئے ہوا کہ نبی اسے صاف صاف پہنچادے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کلام اللہ پر کوئی اضافی تشریحات نہیں کرتا بلکہ اسے صاف صاف بتادیتا ہے ۔

اگر اللہ اپنی کتاب کسی انسان پر نہ اتارتا تو اسکی تبلیغ کون کرتا کون اسکی طرفداری کرتا کون اسے دیگر لوگوں تک پہنچاتا ؟ اس لئے نبی کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ کوئی عام انسان نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے پیغام اور اسکی وحی کا متحمل ہوتا ہے بہادری سے اسکی تبلیغ کرسکتا ہے بہت پرہیزگار ہوتا ہے ۔

چھٹا اشکال :
اہل روایت نے کہا کہ حدیث کا انکار غلط ہے کیونکہ رسول اللہ نے ہی تو ہمیں بتایا ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اس کے بغیر ہمیں کیسے یقین ہوتا کہ قرآن کتاب اللہ ہے ۔
جواب : بڑا غلط اعتراض ہے ۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے کبھی بھی حدیث کا انکار نہیں کیا ہم ان جھوٹی روایتوں کے منکر ہیں جو نبی پر چسپاں کی جا چکی ہیں اور اللہ و رسول کے طریقے کے خلاف ہے اور یہ ہر دور کے علماء حق ایسا کرتے رہے ہیں اور ہم قطعی الثبوت حدیثوں کو تاریخ حیثیت دیتے ہیں شرعی حیثیت نہیں دیتے لہذا ہم حدیث مانتے ہیں لیکن تاریخ دستاویز کے طور پر نہ کہ شریعت و دین ۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن شریف کو اس وجہ سے کتاب اللہ نہیں مانا کہ نبی نے کہہ دیا اور ہم نے مان لیا کیونکہ وہ تو مجرد دعوی ہے بلکہ قرآن کا معجزہ دیکھ کر اسے اللہ کی کتاب مانا ہے حتیٰ کہ نبی کو نبی بھی اس کتاب کے ذریعہ سے ہی مانا ہے تو پہلے قرآن ہے پھر نبی محمد علیہ السلام کی نبوت معلوم ہوتی ہے کیونکہ محمد علیہ السلام کی نبوت کی دلیل کتاب اللہ ہے ۔ نبی کو اپنی نبوت ثابت کرنے کے لئے صرف دعوی نہیں بلکہ بطور دلیل کے معجزہ بھی پیش کرنا ہوتا ہے اس دلیل پر نبی کے دعوے کے اقرار و انکار کا دار و مدار ہوتا ہے اگر دلیل صحیح ہو تو اس کے بعد نبی کی نبوت تسلیم ہوتی ہے محض اسکے کہہ دینے سے نہیں اور نبی کا معجزہ قرآن ہے اور قرآن کہتا ہے کہ قرآن کا رسول، اللہ کا نبی و رسول ہے ۔ اہل روایت کا نظریہ الٹا ہے وہ کہتے ہیں نبی نے کہا تو ہم نے قرآن کو کتاب اللہ مانا ہے ورنہ قرآن کا کتاب اللہ ہونا معلوم نہ ہوتا ۔
ساتویں اشکال :
اہل روایت کا کہنا ہے کہ اللہ نے فرمایا : فَإِذَا قَرَأْنَٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ (القیامۃ:17.18.19) ترجمہ : پھر جب ہم اسے پڑھیں تو اس پڑھے ہوئے کی پیروی کر پھر ہم پر اسکی وضاحت لازم ہے ۔
اہل روایت نے کہا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے سوا اللہ کی الگ وضاحت ہوتی تھی جو کہ دوسری وحی ہے قرآن کے سوا ۔
جواب : بعض اعتراض کرنے والے تھوڑے اندھے ہوتے ہیں اور جلد بازی میں اعتراض نکال کر چسپاں کر دیتے ہیں اگر ذرہ بھی توجہ دے لیتے تو بات سمجھ آجاتی تھی یا پھر انھیں حقیقت معلوم تھی لیکن اپنا فرقہ بچانے کے لئے اور اللہ کی راہ سے روکنے کے لئے باطل استدلال پیش کر دیا کہ کم علم انکی بات کا قائل ہو جائے بہر حال یہ آیت اہل روایت کی نہیں بلکہ ہماری دلیل ہے اور جواب یہ ہے کہ اللہ نے اس میں قرآن کے سوا وحی کی تو بات ہی نہیں کی بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اللہ جب اپنا پیغام پڑھے تو ہم اس پڑھے ہوئے پیغام کی پیروی کریں پھر اللہ اپنی ذمے داری کے مطابق خود ہی اسکی وضاحت کرتا ہے اس آیت میں اللہ نے اپنی پڑھی ہوئی بات کی توضیح و تشریح کی ذمہ داری بھر براہ راست اپنی ذات پر ڈالی کسی نبی کی یہ ذمہ داری نہیں لگائی کہ وہ اس پر تشریحی اضافے کرے تو ایسا ہی ہے کہ اللہ قرآن میں کوئی بات بتاتا ہے اور خود ہی اسکی وضاحت کرتا ہے اسکی ہزاروں مثالیں ہیں تو قرآن سے ہٹ کر ایک اور وحی کہاں سے نکل آئی ؟
اٹھواں اشکال :
اہل روایت نے کہا کہ اللہ نے فرمایا ہے مَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ (الحشر:07)
ترجمہ : جو رسول تمہیں دے تو اسے لے لینا اور جس سے روکے تو باز آجانا ۔
کہتے ہیں کہ رسول نے تو حدیث بھی دی ہے تو اسکی بھی پیروی واجب ہو گئی ۔
جواب : اہل روایت آدھی آیت پیش کر کے اس سے غلط معنی نکالتے ہیں پھر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور یہاں ایسا ہی ہوا ہے یہ علماء سوء کی پرانی مکاری ہے لہذا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے پوری آیت ہم پیش کرتے ہیں دیکھیں :

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ۚ وَ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (الحشر:07)

ترجمہ : بستیوں کے باشندوں کی طرف سے جو بھی اللہ نے اپنے رسول کو مال فیء عطا کیا تو وہ اللہ کے لئے ہے اور اسکے رسول کے لئے ہے اور رشتے داروں اور سخت محتاجوں اور مسافر کے لئے ہیں تاکہ تمہارے اغنیا کے درمیان اقتدار نہ بن جائے اور جو رسول تمہیں دیں گے اسے لے لینا اور جس سے روکیں اس سے روک جانا اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت پکڑ والا ہے۔

اس آیت میں تو مال فیء کی بات ہو رہی ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو مال فیء رسول دیں گے وہ لے لینا اور جس سے روکیں اس سے روک جانا۔

دوسرا جواب : ہم فرض کر لیتے ہیں اس آیت میں مال فیء نہیں وحی مراد ہے تو رسول نے ہمیں قرآن کے سوا کچھ دیا ہی نہیں ہے اور اللہ کے حرام کے سوا خود سے کسی بات کو حرام کیا ہی نہیں ہے وحی کی مطابق ہی چلا کرتے تھے یہ تو سب ہمیں قبول ہے۔

نواں اشکال

اہل روایت کہتے ہیں کہ قرآن کے مطابق رسول اللہ کے فیصلے سے تنگی محسوس کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ کے فیصلوں کی اطاعت کی جائے اگرچہ وہ کتاب اللہ میں نہ ہوں۔

جواب : ہم نے کب کہا بھائی کے رسول کے فیصلوں اطاعت نہ کرو؟ ہم اسکے ہی قائل ہیں لیکن رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے جیسے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں نہ اس میں کسی کو شک ہے تو رسول اللہ کا فیصلہ قرآن سے ثابت ہوگا مطابق ہوگا اور جو بات قرآن سے ثابت نہ ہو وہ رسول اللہ کا فیصلہ نہیں ہے۔ اور رہی یہ آیت کہ فرمایا ہے فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء:65) ترجمہ : تو (اے مومن) تیرے آقا کی قسم وہ (طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانے والے) مومن نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ وہ تجھے آپس کے اختلافات میں قاضی نہ بنالیں پھر وہ اپنے نفس میں تیرے فیصلے سے کوئی تنگی نہ پائیں اور خوب تسلیم کر لیں۔

یہاں اللہ نے خطاب صرف رسول کو نہیں کیا بلکہ مومن کو کیا ہے کیونکہ قرآن صرف رسول کے لئے نہیں اترا۔ خطاب میں مومن کا تعین اس وجہ سے ہے کہ خطاب کافروں کے مقابلے میں کیا جا رہا ہے اور اس سے پہلے کے مضمون میں اللہ نے فرمایا جنکی بات پورے مضمون میں ہے وہ یہ ہیں : اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ ؕ (النساء:60) ترجمہ : کیا تو نے انکی طرف توجہ نہ کی جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ جو تیری طرف نازل کیا گیا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوا اس کو قبول کرتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ مقدمے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انھیں اسے ٹھکرانے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جانے والے مومن نہیں جیسا کہ ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ لوگ اپنے مسائل بزرگان کفر کے پاس لے جاتے ہیں وہ انکا فیصلہ کرتے ہیں ان لوگوں کا ذکر کر کے اللہ نے انکی طرف "لا یؤمنون" کی ضمیر راجع کی تو یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے حتیٰ کہ قاضی مومن کو بنائیں اس سے فیصلہ لیں۔

یہ تھیں اہل روایت کے کمزور مکڑی کے جال جو ہم نے صاف کر دیئے ہیں اور انکی کمزوری کی اطلاع دے دی ہے۔

ایک اعتراض کا سیدھا جواب

اہل قرآن پر اہل روایت بعض مرتبہ یوں اعتراض کرتے ہیں کہ اگر قرآن ہدایت کے لئے کافی ہے تو دیکھو فلاں آیت کو کیسے سمجھو گے کیونکہ جب تک حدیث وغیرہ نہ ملا لو تب تک وہ آیت ناقابل فہم ہے وہ اپنی تشریح خود نہیں کر رہی تو اس آیت کو سمجھانے کے بجائے پہلے یہ جواب دینا چاہیئے کہ یہ آیت جس پر تم ناقابل فہم ہونے کا الزام لگا رہے ہو یہ واضح وظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اسکی آیتیں اسکی کتاب عربی زبان میں واضح و آسان ہے ناقابل شرح ہے کیونکہ وہ خود ہی مشرح و مفصل ہیں لہذا ہم تمہیں یہ آیت سمجھانے کی ضرورت نہیں تم اللہ کی بات پر فورا ایمان لاؤ اور کفر نہ کرو کہ اسکی ایتیں واضح ہیں تو آیت واضح ہے کیونکہ رب تعالی نے فرمایا ہے کہ آیتیں واضح ہیں باقی اگر کسی آیت کا مفہوم عارضی طور پر سمجھ نہیں آرہا تو اسے عربی زبان سے سمجھا جائے۔ اہل روایت یوں کرتے ہیں کہ پہلے فلاں بات قرآن میں دیکھاؤ تو ہم قرآن شریف پر ایمان لائیں گے ورنہ نہیں مثلا بندر کھانا گناہ ہے قرآن میں دیکھاؤ تو ٹھیک ورنہ ہم کفایت قرآن کی آیات پر ایمان نہ لائیں گے ایسے لوگ بلا تفصیل و مطالبہ تاویل کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں یہ اللہ رب العلمین کو اپنے حکم تابع کرنا چاہتے ہیں کہ انکی مرضی کا دین ہوگا تو ایمان لائیں ورنہ کفر وارتداد کریں گے۔

دسواں اشکال

اہل روایت کا کہنا ہے کہ اللہ کی کتاب کے بہت ساری آیت ناقابل فہم ہیں لہذا اللہ نے الگ سے نبی محمد پر وحی کہ جس وحی سے وہ کتاب اللہ کی اضافی تشریح کرتے تھے اور اس بارے اس ایت سے استدلال کرتے ہیں انزلنا الیك الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلکم تتفکرون (النحل: ۴۴) ترجمہ: "ہم نے تیری طرف نصیحت اس لئے نازل کی ہے تاکہ تم باقی انسانوں کے لئے اسے ظاہر کردے جو کچھ انکی طرف نازل کیا گیا ہے اور اس لئے تاکہ تم غور وفکر کرو"۔ اہل روایت نے کہا اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی قرآن کی اضافی تشریحات کرتے ہیں جو قرآن شریف میں نہیں ہوتیں کیونکہ اللہ نے اس آیت میں نبی کو قرآن کا مبین قرار دیا۔

پہلا جواب: قرآن شریف کی تبیین کرنے کا حکم صرف نبی کو نہیں ہے بلکہ علماء امت کو بھی ہے تو کیا اسکا یہ مطلب ہے کہ علماء امت بھی نبی کی طرح قرآن پر اضافی تشریحات کریں گے جو ان پر وحی ہوتی ہیں! تو اگر تبیین کا مطلب اضافی تشریح کرنا ہوتا تو علماء امت بھی نبی کی طرح اپنی اپنی اضافی تشریحات کر رہے ہوتے جب کہ اہل روایت اور اہل قرآن کا اتفاق ہے کہ یہ شریعت سازی اور شرک اکبر ہے دیکھیں اللہ نے علماء امت کو بھی تبیین کا حکم دیا فرمایا ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینٰہ للناس فی الکتاب اولئك یلعنھم اللہ و یلعنھم اللعنون الا الذین تابو و اصلحوا و بینوا فاولئك اتوب علیھم و انا التواب الرحیم (البقرۃ: ۱۶۰)

ترجمہ: "یقینا جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جب کہ ہم نے انسانوں کے لئے اسے کتاب میں بیان کردیا ہے تو وہ ہیں جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کرلی اور اصلاح بھی کی اور بیان بھی کیا تو انکی توبہ میں قبول کرتا ہوں اور میں بہت توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہوں"

دیکھیں اس آیت میں رب عزت نے فرمایا کہ اس نے علماء امت جنہوں نے حق چھپایا اور پھر توبہ اور اصلاح کی اور تبیین بھی کی تو انکی معاف ذکر کی تو معلوم ہوا تبیین صرف نبی نہیں کرتا بلکہ امت بھی کرتی ہے بیان کرنے اور اضافی تشریحات کرنے میں بہت فرق ہے۔

اللہ تعالی نے اہل کتاب کو بھی کتاب اللہ کی تبیین کا حکم دیا فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس (آل عمران: ۱۸۷) ترجمہ: "اور اللہ نے اہل کتاب سے عہد لیا کہ وہ ضرور اس کتاب کی تبیین انسانوں کے لئے کریں گے"

اگر تبیین کا مطلب وحی سے اضافی تشریحات کرنا ہے تو اہل کتاب علماء پر تو کوئی وحی نازل نہیں ہوتی تھی کہ وہ اپنی الہامی کتابوں کی اضافی تشریحات کریں پھر اللہ نے ان سے کیوں تبیین کا عہد لیا! دراصل تبیین کا معنی ہوتا ہے بیان کرنا ظاہر کرنا یہ کام پر مؤمن پر فرض ہے کہ وہ قرآن کو بیان کرے اس سے قرآن شریف کے علاوہ جدید وحی آنا ثابت نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب : تبیین کا معنی ہوتا ہے اظہار حقیقت، حق ظاہر کرنا یا بیان کرنا تو نبی نے انسانوں کے لئے قرآن شریف کی آیات کی تبیین اس طرح کی ہے کہ نازل ہونے کے بعد انسانوں سے اسے چھپایا نہیں بلکہ ان پر ظاہر کر دیا ہم اسے مانتے ہیں کہ نبی نے آیات کو نہیں چھپایا بلکہ امت پر ظاہر کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اس میں ہمارے لئے دلیل ہے کہ قرآن شریف اللہ نے کتاب میں پہلے ہی سے ظاہر و واضح کر دیا تھا نبی نے اسے امت پر ظاہر کیا نہ کہ نعوذ باللہ اس کلام پر اضافی تشریحات کی جو ہمیں کتاب اللہ میں نہیں ملتیں یہ تبیین چھپانے کی ضد ہے یعنی ظاہر کرنا، بیان کرنا۔

تیسرا جواب : انزلنا الیک الذکر والی آیت میں نبی کی تخصیص پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ آیت نبی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اللہ کی نصیحت تو ہر انسان کی طرف نازل کی گئی ہے نہ کہ صرف نبی کی طرف و آیت میں انفرادی خطاب ہے جو اللہ اپنے صاحب علم بندے کو کر رہا ہے اور اسکی طرف نصیحت نازل کرنے اس لئے کی ہے تاکہ وہ دیگر انسانوں کو وہ بیان کرتے۔

اہل روایت کا کہنا ہے کہ آیت میں ما نزل الیھم سے مراد قرآن ہے اور الذکر سے مراد حدیث ہے جو اللہ نے قرآن کی اضافی تشریح کے لئے نازل کی جب کہ اہل روایت کے قدیم بزرگ خود اسکا انکار کرتے ہیں دیکھیں

تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر اور تفسیر شوکانی اور تفسیر روح المعانی میں ہے انزلنا الیک الذکر یعنی القرآن۔

تفسیر الطبری میں وہ ہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ الذکر وہ قرآن ہے تبیین کا مطلب لوگوں کو قرآن بیان کرنا ہے۔

تفسیر جلالین بھی ہماری تایید میں ہے کہ الذکر سے مراد جو اللہ نے نازل کیا ہے وہ قرآن شریف ہے اور ما نزل الیھم سے مراد قرآن کے حلال و حرام کے احکام ہیں یعنی اللہ نے قرآن اس لئے نازل کیا اسے انسانوں کے لئے بیان کر دیا جائے دونوں طرح قرآن ہے کسی دوسری وحی کا کوئی تصور اس آیت میں نہیں۔

بعض متعلقہ آیات کی تفہیم

اللہ نے فرمایا ہے: سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ (الفتح:15)

ترجمہ: جب تم غنیمتوں کو لینے کے لئے اسکی طرف جاؤ گے تو فوراً پیچھے رہ جانے والے کہیں گے ہمیں اپنے پیچھے آنے دو وہ اللہ کے فرمان کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں کہہ دینا تم ہر گز ہمارے پیچھے نہیں آسکتے اللہ نے پہلے یوں ہی فرمایا تھا۔

تفہیم : پہلے اللہ نے یوں ہی فرمایا تھا یہ بات قرآن میں موجود ہے کم علمی کی وجہ سے کوئی نہ جان سکے کہ کہاں فرمایا تھا تو الگ بات ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب بات غنیمتوں کی آتی ہے تو وہ جنگ سے پیچھے رہنے والے مجاہدین کے ساتھ آنا چاہتے ہیں تو اللہ نے اس سے پہلے ہی ممانعت بیان کی ہے

تو فرمایا : وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ (التوبۃ-46)

ترجمہ: اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو ضرور اس کے لئے خوب تیاری کرتے لیکن اللہ نے اسکا نکلنا ناپسند کیا تو انھیں روکا اور کہا گیا بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

اللہ نے اس طرح کے لوگوں کا مومنین کے ساتھ نکالنا پسند نہیں کیا اور بیٹھنے کا حکم دے دیا (الفتح :15) میں اسی حکم کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔

اورفرمایا : لَوۡ خَرَجُوۡا فِيۡكُمۡ مَّا زَادُوۡكُمۡ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوۡضَعُوۡا خِلٰلَكُمۡ يَبۡغُوۡنَكُمُ الۡفِتۡنَةَ‌ ۚ وَفِيۡكُمۡ سَمّٰعُوۡنَ لَهُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالظّٰلِمِيۡنَ (التوبة:47)

ترجمہ : اگر وہ تمہارے ساتھ نکلیں گے تو تمہارے خرابی کے سوا کچھ نہیں بڑھائیں گے اور تمہارے درمیان فساد ڈال دیں گے تمہارے لئے فتنہ چاہتے ہوئے اور تم میں انکو خوب سننے والے لوگ موجود ہیں اور اللہ زیادتی کرنے والوں کو جانتا ہے۔

یہاں بھی اللہ نے (الفتح :15) کے حکم کو بیان کیا ہے کہ وہ پیچھے رہنے والے تمہارے ساتھ نہیں آسکتے کیونکہ وہ تمہارے درمیان فساد ڈالیں گے اور تمہاری خرابی ہی بڑھائیں گے۔

اورفرمایا : فَكُلُوۡا مِمَّا غَنِمۡتُمۡ حَلٰلًا طَيِّبًا ‌ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (الانفال:69)

ترجمہ : تو حلال پاک چیز کھاؤ اس غنیمت سے جو تمہیں حاصل ہو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا ہے بہت رحم والا ہے۔

یہاں بھی اللہ کا فرمان ہے کہ وہ پیچھے رہنے والے مجاہدین کے پیچھے نہیں آسکتے کیونکہ وہ مال غنیمت مجاہدوں کا ہے بیٹھنے والوں کا نہیں ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنھیں غنیمت حاصل ہوگی وہ اسکے حلال حصے کو کھاسکتے ہیں تو (الفتح :15) کا حکم جو بیان ہوا وہ یہاں بھی ہے۔

دوسرا جواب : یہ کہ ہم فرض کرلیتے ہیں کہ جو (الفتح :15) میں ہے کہ اللہ نے وہ حکم پہلے بھی بتایا ہے وہ قرآن میں نہیں ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حدیث بھی وحی ہے کیونکہ ممکن ہے وہ اللہ نے پہلے انجیل میں بھی بیان کیا ہو یا تورات میں بھی بیان کیا ہو یا صحیفہائے ابراہیم یا کسی بھی پہلی الہامی کتاب میں بیان کرکے قوم کی طرف بھیجا ہو تو اللہ نے فرمایا "یوں ہی اللہ نے پہلے بھی فرمایا تھا" تو نبی محمد پر قرآن شریف کے سوا دوسری وحی کا تعین کیسے ہوگیا۔

حکمت کی تفہیم

بے شک اللہ نے نبی پر حکمت نازل کی اور وہ حکمت کی تعلیم دیا کرتے تھے تو اسکا یہ مطلب کیسے ہوگیا کہ ان پر قرآن کے سوا وحی اتری ہے! حکمت الہام کو نہیں بلکہ دانائی اور دانشمندی کو کہا جاتا ہے یہ تو عام ہے۔ قرآن میں لفظ الحکمۃ آیا ہے اور عربی میں الحکمۃ بردباری، صبر و تحمل اور اشیاء کی درست سمجھ کو کہتے ہیں اہل عرب کہتے ہیں ما الحکمۃ فی ذلک؟ ترجمہ اس بات میں کیا دانشوری ہے؟ جو شخص دانشمند ہو اسے اہل عرب حکیم کہتے ہیں قرآن کو بھی حکیم کہا گیا ہے یعنی سمجھداری اور دانشمندی کی بات بتانے والا۔ ہمارے یہاں جڑی بوٹی سے علاج کرنے والوں کو بھی حکیم کہتے ہیں کیونکہ وہ سمجھداری کے نسخے اور ٹوٹکے بتاتے ہیں جس سے بیماری دور ہوجاتی ہے اور کسی کیمیکل کا بھی استعمال نہیں کرنا پڑتا۔ ظاہر ہے نبی کو اللہ حکمت عطا کرتا ہے مومنین کو بھی اللہ حکمت عطا کرتا ہے لیکن یہ کوئی قرآن کے سوا وحی نہیں۔

اللہ نے فرمایا : يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ‌ ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ‌ ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (البقرة:269)

ترجمہ : اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت دی جائے گی تو اسے کثیر بھلائی دے دی جائے گی اور نصیحت صرف اہل عقل لیتے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل: 125)
ترجمہ: اپنے آقا کے راستے کی طرف حکمت (دانشمندی) اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو۔
ذلک مما اوحی الیک ربک من الحکمۃ (بنی اسرائیل: 39)
ترجمہ: "یہ (باتیں جو اس آیت سے پہلے گزری ہیں) حکمت ہیں اس کلام میں سے جو تیرے آقا نے تیری طرف وحی کیا ہے"

دیکھ لیں ان آیات میں اللہ نے حکمت کسی مستقل علیحدہ وحی کو نہیں کہا بلکہ قرآن شریف اور اس میں موجود احکام کی حکمتوں و مصلحتوں کو کہا ہے۔

دوسری بات: ہم فرض کر لیتے ہیں کہ اس آیت میں جو اہل روایت پیش کرتے ہیں الحکمۃ سے مراد علم کی باتیں ہیں تو بھی اس سے قرآن کے سوا اور وحی نبوت لازم نہیں آتی کیونکہ الہام بھی ہوتا ہے اور وہ کوئی وحی نبوت بھی جس کی اتباع واجب ہو۔ پورے قرآن میں اللہ نے قرآن سے ہٹ کر کسی حکمت کو وحی نہیں کہا حکمت و علم اللہ نے ہر حکیم و جانکار پر نازل کیا ہے ہر صاحب فن اپنے فن کا علم رکھتا ہے لیکن وہ وحی نبوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ اللہ نے مکھی اور حضرت موسیٰ کی والدہ کی طرف بھی وحی کی قرآن میں اسکی وضاحت ہے تو کیا ان پر وحی نبوت و شریعت کا نزول ہوا تھا؟ وحی نبوت ایک الگ شیٔ ہے جو ہمارے لئے حجت ہے اور عام وحی اسے ہمارے یہاں الھام بھی کہتے ہیں اور جب یہ شیاطین انسان وجنات کی طرف سے ہو تو اسے وسوسہ کہتے ہیں یہ کوئی حجت و غیب نہیں ہوتا بس کوئی بات و ترکیب ذہن میں آجاتی ہے یہ ایک الگ شیٔ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنی کتاب اور اہل عرب اس کے لئے بھی وحی کے لفظ استعمال کرتے ہیں۔

فرمایا: وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ (النحل: 68)
ترجمہ: اور تیرے رب نے مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور انکی چھتوں میں گھر بنا۔
فرمایا: وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا (فصلت: 12)
ترجمہ: اور اس نے ہر آسمان میں اسکا معاملہ وحی کیا۔
فرمایا: بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا (الزلزال: 05)
ترجمہ: کیونکہ تیرے آقا نے اس زمین کی طرف وحی کی ہوگی۔
فرمایا: وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ (المائدۃ: 111)
ترجمہ: اور جب ہم نے دھوبیوں کی طرف وحی کی کہ مجھے اور میرے رسول کو تسلیم کرو۔
وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ (الشعراء: 07)
ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔

یہ سب وحی الہام کے معنیٰ میں ہے کوئی وحی نبوت و غیب نہیں جو کسی پر حجت ہو تو اللہ نے کچھ نازل کیا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ وحی نبوت ہی ہو جو غیب و حجت کے حیثیت رکھتی ہے۔

حکمت کے ذیل میں تیسری بات: حکمت سے مراد احکام الہیہ جو قرآن شریف میں بیان ہوئے ہیں انکی علتیں اور حکمتیں اور احکام دین کی مصلحتیں اور منافع اور ان پر عقلی دلائل ہیں کوئی الگ شریعت و وحی نہیں جیسے کوئی استاد اپنے شاگردوں کو قوانین کے ساتھ ساتھ ان قوانین کی منافع و فوائد اور مصلحتیں بھی عقل و کلام اللہ کی راہ سے سمجھاتا ہے یا زندگی گزارنے کے نفع بخش طریقے جو تجربے سے حاصل ہوتے ہیں وہ بھی بتاتا ہے یہ سب حکمت ہے جو نبی اپنے دور میں امت کو تعلیم کیا کرتے تھے نہ کہ قرآن شریف سے ہٹ کر کوئی مستقل شریعت ہے اور یہ سب باتیں نیک بزرگ اپنے ماننے والوں کو بتاتے ہیں یہ مشورہ و تجربہ ہوتا ہے اور وہ حکمت قرآن شریف اور عقل

کے مطابق ہوتی ہیں وہ قرآن شریف پر زیادتی نہیں کرتیں اور بعض نے کہا کہ حکمت یہ کتاب کا وصف بیان ہوا ہے اور واو توصیفیہ ہے یعنی حکمت وہ کلام اللہ ہی ہے لیکن اسکی یہ صفت علیحدہ کرکے بتائی گئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے اپنی کتاب کو ہی حکیم و حکمت کہا ہے ۔

تو حکمت کے بارے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم مانتے ہیں کہ اللہ نے نبی پر حکمت نازل کی اور انہوں نے اپنے بعض اصحاب کو اسکی تعلیم دی ہم اس حکمت وہ مانتے ہیں لیکن وہ حکمت کیا ہے وہ احکام شرعیہ کے علتیں و حکمتیں و مصلحتیں ہیں یہ اللہ نے فلاں حکم کیوں صادر کیا فلاں فیصلہ کیوں کیا اور توحید ورد شرک اکبر کے اثبات میں عقلی دلائل اور خدا حقیقی کے وجود پر عقلی دلائل اور اچھے مشورے و تجربات ہیں جو قرآن شریف و عقل کے مطابق ہوتے ہیں جیسے ایک فقیہ استاد اپنے شاگروں کو بتاتا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ حکمت یہ قران شریف کی صفت بیان کی ہے اور الکتاب والحکمۃ کے درمیان واو توصیفی کی ہے ۔

اتممت اعنی ظهیر الدین بن ذاکر الدین بن عبد البارئ بن عبد الجلیل هذه الجمعة فی شهر ربیع الاول من سنة اربعة عشر مائة ثم جددته فی شهر الربیع الاول من سنة اربعة عشر مئة واربعین وثمانیة بعون الذی بیده ملکوت کل شیء مخلصاً لربه الدین وله الحکم والامر ووسع کرسیه السموت والأرض ولا توفیق الا بالله والیه انیب۔